

شرک کی تباہ کاریوں کا عبرتناک تذکرہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

سَفِیۃٔ نِجَات

دکٲور محمد عبدالرحمن العرفی



و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com



سفینہ نجات

شرک کی تباہ کاریوں کا عبرتناک تذکرہ



سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ پوسٹ بکس: 22743 الرياض: 11416 سعودی عرب
فون: 4033962-4043432 00966 1 فیکس: 4021659-4033962 www.darussalamksa.com
Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الرياض • اٹلی: فون: 4614483 00966 1 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 00966 1 فیکس: 4735221
• سویڈن فون: 4286641 00966 1 • سوئیڈن فون/فیکس: 2860422 00966 1
جدہ فون: 6879254 00966 2 فیکس: 6336270 • مدینہ منورہ فون: 8234446, 8230038 00966 4 فیکس: 8151121 04
البحیر فون: 8692900 00966 3 فیکس: 8691551 00966 3 فیکس مشیل فون/فیکس: 2207055 00966 7
شیخ البحر فون: 0500887341 فیکس: 8691551 • قسیم (بریدہ) فون: 0503417156 فیکس: 00966 6 3696124

امریکہ • نیویک فون: 5925 001 718 625 • ہٹن فون: 0419 001 713 722 • کینیڈا • نصر الدین الخطاب فون: 4186619 001 416
لندن • دارالسلام انٹرنیشنل پبلیشر لمیٹڈ فون: 77252246 0044 20 85394885-0044 20 • دارلکافرنس فون: 7739309 0044 0121
تحدہ عرب امارات • شارجہ فون: 5632623 00971 6 5632624 • فرانس فون: 52928 0033 01 480 52997 • 0033 01 480
اٹلیا • دارالسلام اٹلیا فون: 45566249 0091 44 • سویٹس • سویٹس فون: 12041 0091 98841 • اسلامک بکس انٹرنیشنل فون: 4180 0091 22 2373
• نیپال • نیپال فون: 4892 0091 40 2451 • نیپال فون: 30850 0091 98493 • ایم ایس بیگ انٹرنیشنل فون: 42157847 0091 44
سری لنکا • دارالکتب فون: 358712 0094 115 • دارالایمان ٹرسٹ فون: 2669197 0094 114

پاکستان ہیڈ آفس و مرکزی شو روم

لاہور - 36 روزال، کیکریٹ سٹاپ، لاہور فون: 002 42 373 240 34,372 400 24,372 32 4 00
• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 0092 42 371 200 54
• ۷ بلاک، گول کمرشل مارکیٹ، دکان 2 (گروڈن فورڈ) ڈیفنس، لاہور فون: 0092 42 356 926 10
کراچی مین طارق روڈ، ڈائمن ہال سے (بہار آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی فون: 0092 21 343 939 36
0092 21 343 939 37

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 0092 51 22 815 13

info@darussalampk.com | www.darussalampk.com

© مکتبہ دارالسلام، ۱۴۳۳ھ

فہرستہ مکتبہ السملک فہد الوطنیہ أثناء النشر

العرفی، محمد عبدالرحمن

ارکب معنا / محمد عبدالرحمن العرفی - الرياض، ۱۴۳۳ھ

ص: ۱۶۸ مقاس: ۲۱×۱۴ سم

ردمک: ۹۷۸-۶۰۳-۵۰۰-۱۰۳-۸

(اللغة الاردية)

۱.۱ الوعظ والارشاد آ. العنوان

دیوبی ۲۱۳ ۱۴۳۳/۳۵۹۰

رقم الإيداع: ۱۴۳۳/۳۵۹۰

ردمک: ۹۷۸-۶۰۳-۵۰۰-۱۰۳-۸

شرك کی تباہ کاریوں کا عبرتناک تذکرہ

سفیذہ نجات

دکٲور محمد عبد الرحمن العرفی

ترجمہ: ابو زید اقبال صدیق المدنی



سبب اللہ

07

عرض ناشر

09

منظر

13

تاریکیوں کا سمندر

21

سفینہ نجات

26

توحید سے انحراف کا آغاز

29

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے والد

32

ایک حقیقت

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

عرض ناشر

شُرک کے معنی ہیں، اللہ تعالیٰ کو اکیلا معبود و مسجود، خالق و مالک، رازق و متصرف نہ ماننا اور اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ قرآن مجید میں جا بجا شرک کی سخت مذمت کی گئی اور توحید پر زور دیا گیا ہے۔ آدم علیہ السلام سے محمد ﷺ تک جتنے انبیاء و رسل آئے، سب نے توحید ہی کی دعوت دی اور شرک کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے اس سے بچنے کی تلقین کی۔ آج بد قسمتی سے مسلم معاشروں میں شرک نے جڑیں پھیلا رکھی ہیں اور اس کی ضرر رسائیاں عروج پر ہیں۔

زیر نظر کتاب میں شرک کی تباہ کاریوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سلسلے میں تاریخ اسلامی کے بصیرت افروز واقعات اور عصر حاضر کی معاشرتی مثالوں سے بھرپور مدد لی گئی ہے۔ مصنف کتاب ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمن عرفی کا شمار ان علمائے کرام میں ہوتا ہے جو کتاب و سنت کے چشمہ صافی سے سیراب ہوتے اور تبلیغ دین کی تڑپ رکھتے ہیں۔ وہ سعودی عرب کے دارالحکومت الرياض کے باشندے ہیں اور وہیں ایک معروف یونیورسٹی کے شعبہ تدریس

51 قبوں اور مزاروں کی قسمیں

60 شیخ برکات کا مزار

71 قبروں کے منظر

77 شرک کی ابتدا کیسے ہوئی؟

86 چار اعتراضات

112 اللہ پر ایمان

129 ایمان کو نقصان دینے والی چیزیں

146 بدعات

سے وابستہ ہیں۔ دعوت دین کے حلقوں میں ان کا نام جانا پہچانا ہے۔ شرک کے گرداب میں پھنسے ہوئے بد نصیبوں کے لیے یہ کتاب یقیناً سفینہ نجات ثابت ہوگی۔

دارالسلام کی طرف سے کتاب کا اردو ترجمہ حافظ اقبال صدیق مدنی نے کیا اور جناب محسن فارانی نے ایڈیٹنگ کے فرائض انجام دیے۔ حافظ قمر حسن اور حافظ محمد ندیم نے پروف خوانی کی۔ احادیث و روایات کی تخریج کے سلسلے میں ہمیں مولانا عبدالرحمن کا تعاون حاصل رہا۔ ابو مصعب اور ان کے ساتھیوں نے بڑی جاں فشانی سے کتاب کی کمپوزنگ کی۔ آرٹ ڈائریکٹر زاہد سلیم چودھری اور سینئر ڈیزائنر محمد نعیم نے ڈیزائننگ کے ذریعے سے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا۔ یہ سب افراد میرے شکرے کے مستحق ہیں۔

دارالسلام، لاہور کے مدیر عزیزم حافظ عبدالعظیم اسد کا خصوصیت سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی شبانہ روز نگرانی میں یہ کتاب مراحل اشاعت سے گزری اور آپ کے ہاتھوں میں آئی۔ اللہ تعالیٰ اسے ہم سب کے لیے توشہ آخرت بنائے۔ آمین

خادم کتاب و سنت

عبدالملک مجاہد

دارالسلام، لاہور، الریاض

منظر

پہلا شخص

وہ بہت پریشان اور غمزدہ تھا۔ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ”جناب! میں پردیس سے اکتا گیا ہوں۔“ میں نے کہا: ”اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنے دیس میں واپسی کے اسباب مہیا کرے گا۔“

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ رو دیا اور کہنے لگا: ”جناب! میری ماں نے ایک بزرگ کے مزار پر میرے لیے دعا کی خاطر چار سو میل سے زیادہ سفر کیا اور اس سے استدعا کی ہے کہ میرا بیٹا میرے پاس لوٹا دے۔ وہ بزرگ بہت برکتوں والا ہے۔ اس کے ہاں دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں اور مصیبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ وہ فوت ہو جانے کے بعد بھی سب کی دعائیں سنتا ہے۔“

دوسرا شخص

استاد محترم علامہ عبداللہ بن جبرین رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ میں میدان عرفات میں تھا۔ لوگ اپنے رب کے سامنے گریہ وزاری اور دعاؤں میں مشغول تھے۔ میری

لوگ اللہ سے کس قدر غافل ہیں، حالانکہ اللہ جو آسمان و زمین کا رب ہے، ماں کے پیٹ میں بچے کی حرکات بھی دیکھتا ہے۔ وہی پریشان حال لوگوں کی دعائیں سنتا اور مصائب دور کرتا ہے۔ اسے ہرگز گوارا نہیں کہ اس کے بندے اسے چھوڑ کر غیروں کو پکاریں اور ان سے حاجات طلب کریں۔

امت کے موجودہ حالات پر رونا آتا ہے۔ بلاد اسلامیہ میں دیکھیے! جا بجا آستانے، قبے اور مزار نظر آئیں گے جو لوگوں کی چھوٹی بڑی مشکلات اور پریشانیاں دور کرنے کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔ پریشان حال لوگ وہاں مرادیں مانگتے اور منتیں مانتے ہیں۔ چھوٹوں کی پرورش بھی اسی طریقے سے ہو رہی ہے اور بڑے بھی گمراہی کے راستے پر چلتے چلتے بوڑھے ہو گئے ہیں۔

زیر نظر کتاب کی صورت میں یہ چند الفاظ، دل سے ابھرتی آہیں، دکھ بھری باتیں، ندائے غم اور صدائے درد ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے جو شرک کے گرداب میں پھنسے ہیں، سفینہ نجات سے پیچھے رہ گئے ہیں اور اس کے باوجود سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

اخروی نجات کے لیے توحید کی کشتی میں سوار ہونا ضروری ہے۔ جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی تھی کہ جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا ہلاک ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِن أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝﴾

”اور یقیناً تیری طرف وحی کی گئی ہے اور ان لوگوں کی طرف بھی (وحی)

نظر ایک بوڑھے پر پڑی۔ ہڈیاں نکلی ہوئیں۔ جسم کمزور۔ کمر جھکی ہوئی۔ صدا لگا رہا تھا: ”اے فلاں! اے اللہ کے ولی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مصیبتیں دور کر، میرا سفارشی بن، مجھ پر رحم کر۔“ یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا تھا۔

یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور روح کانپ اٹھی۔ میں نے چیخ کر کہا: ”او اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر! غیر اللہ کو کیوں پکارتا ہے؟ وہ ولی بھی بالکل تیری طرح اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ کا بندہ اور غلام ہے۔ تیری بات سن سکتا ہے نہ جواب دے سکتا ہے۔ تجھے صرف اللہ کو پکارنا چاہیے۔“

بوڑھے نے میری طرف دیکھا اور غصے میں آ کر کہا: ”بڈھے! چلا جا یہاں سے۔ تو کیا جانے کہ، اللہ کے ہاں اُس ولی کا مرتبہ کیا ہے۔ آسمان سے بارش کا ایک قطرہ اس کے حکم کے بغیر نہیں اترتا زمین میں کوئی دانہ اس کی اجازت کے بغیر نہیں اگتا۔“

میں نے کہا: ”اللہ تیرے شرک سے بے نیاز ہے۔ اتنی بڑی بات کہہ دی تو نے! اللہ کے لیے کیا چھوڑا؟ اللہ سے ڈر!“

اُس نے میری بات سنی ان سنی کر دی اور پیٹھ پھیر کر چل دیا۔

ایسے لوگوں کے حالات آپ اخبارات و رسائل میں پڑھتے رہتے اور خود ان کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ ان لوگوں کی عقلیں گھاس چرنے لگی ہیں۔ اپنے رب کے بجائے غیروں کے ہاں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ مُردوں سے حاجات چاہتے ہیں۔ اپنی مشکلات بوسیدہ ہڈیوں کے روبرو پیش کرتے ہیں۔ یہ

تاریکیوں کا سمندر

دنیا شرک سے بھری پڑی تھی۔ کوئی بت کو پکار رہا ہے۔ کوئی قبر سے آس لگائے بیٹھا ہے۔ کوئی انسان کی پوجا کر رہا ہے۔ کوئی درخت کی تعظیم میں مصروف ہے۔

رب نے اہل زمین پر نظر ڈالی تو تمام عرب و عجم کو شرک میں مبتلا پایا۔ توحید کے پرستار چند اہل کتاب کے سوا اللہ کا کوئی نام لیوا نہیں تھا۔

بنو سلمہ کا سردار عمرو بن جموح بھی گمراہ لوگوں میں شامل تھا۔ وہ منات نامی بت کا عقیدت مند تھا اور اس کی پوجا پاٹ میں لگا رہتا تھا۔ اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا۔ ضرورت پڑنے پر اسی سے رجوع کرتا تھا۔ بت کو خود اسی نے لکڑی سے تراشا تھا۔ یہ بت اسے تمام اہل و عیال اور مال و منال سے زیادہ محبوب تھا۔

کی گئی تھی) جو تجھ سے پہلے تھے۔ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل لازماً رائیگاں ہی جائیں گے اور تو ضرور ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔¹

اسلامی ممالک میں ہم نے بہت سے خویش و اقارب، بھائی، پڑوسی اور دوست دیکھے ہیں جن کی سعی و عمل اسی دنیا میں اکارت گئی، حالانکہ وہ سمجھتے تھے کہ بہت اچھے عمل کر رہے ہیں۔ یہ چھوٹی سی کتاب ان کی آگہی اور رہبری کے لیے شائع کی جا رہی ہے۔ یہ کتاب ندادیتی ہے کہ لوگ صرف اور صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

محمد بن عبدالرحمن العریفی
الریاض، سعودی عرب

عمرو بن جموح بت کی خوب آؤ بھگت کرتا۔ اس کا بناؤ سنگار کرتا۔ خوشبو میں بساتا اور اچھے اچھے غلاف چڑھاتا۔ بت کے متعلق اس کی یہی روش تھی جب سے ہوش سنبھالا تھا اسی روش پر قائم تھا۔ اب اس کی عمر ساٹھ برس سے اوپر تھی۔ مکہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مبلغ اور معلم بنا کر مدینے بھیجا۔ عمرو بن جموح کے تین بیٹے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے تھے۔ ان کی والدہ بھی مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں جبکہ عمرو کو کچھ خبر نہیں تھی۔

لڑکوں نے اپنے والد کو نئے معلم و داعی کے متعلق بتایا اور اسے قرآن بھی پڑھ کر سنایا۔ انھوں نے باپ سے کہا: ”ابا جان! بہت سے لوگ مبلغ کا اتباع کر رہے ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟“

کہنے لگا: ”منات سے پوچھ کر کوئی فیصلہ کروں گا۔ دیکھتا ہوں منات کیا کہتا ہے۔“

پھر عمرو منات کے پاس آیا۔

مشرکین کی عادت تھی کہ بت سے ہم کلام ہوتے وقت اس کے پیچھے کسی بڑھیا کو بٹھا دیتے۔ بڑھیا ان کے زعم میں بت کی الہام کردہ باتیں انھیں بتاتی تھی۔

عمرو بن جموح لنگڑاتا ہوا منات کے پاس آیا۔ اس کی ایک ٹانگ چھوٹی تھی۔ صحیح ٹانگ کے سہارے بت کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کی تعظیم بجالایا، تعریف و توصیف بیان کی اور کہنے لگا: ”منات! یقیناً تم داعی کے حالات سے واقف

ہو۔ وہ تمہارے سوا کسی کو برا بھلا نہیں کہتا۔ وہ ہمیں تمہاری پوجا پاٹ سے روکتا ہے۔ منات! بتاؤ میں کیا کروں۔“

بت کہاں سے جواب دیتا۔ عمرو نے دوبارہ اپنا دکھڑا سنایا مگر بت بول سکتا تو جواب بھی دیتا۔

عمرو بن جموح کہنے لگا: ”شاید تمہیں غصہ آ گیا ہے۔ چلو میں چند روز خاموش رہتا ہوں۔ تمہارا غصہ فرو ہو جائے۔“

یہ کہہ کر وہ بت خانے سے باہر آ گیا۔ رات گہری ہوئی تو عمرو کے بیٹے منات کی طرف گئے۔ اسے اٹھایا اور گندگی سے اٹے ہوئے گڑھے میں پھینک آئے۔ صبح سویرے عمرو بن جموح بت کو سلام کہنے

اور نیاز پیش کرنے گیا تو اسے گم پایا۔ اس نے شور مچایا اور چلا چلا کر کہا: ”رات ہمارے معبود پر کس نے ظلم کیا ہے۔“ سب اہل خانہ خاموش رہے۔ عمرو بن جموح بہت گھبرایا۔ پیچ و تاب کھاتے ہوئے بت کو ڈھونڈنے نکل گیا۔ بت کو ایک گڑھے میں اوندھے منہ پڑا پایا۔ نکالا، صاف کیا اور اس کی جگہ لا کر رکھ دیا۔ بت کو مخاطب کر کے بولا: ”اللہ کی قسم! منات! مجھے پتہ چل جائے کہ یہ حرکت کس کی ہے تو اسے رسوا کر دوں۔“

دوسری رات آئی تو اس کے بیٹے حسب سابق بت کے پاس پہنچے۔ اسے اٹھایا اور گندگی سے اٹے ہوئے گڑھے میں پھینک آئے۔

صبح بڑے میاں نے بت کو پھر غائب پایا۔ غصہ تو بہت آیا مگر چار و ناچار اسے پھر گڑھے سے نکال لائے۔ غسل دیا اور اس کی جگہ لا کر رکھ دیا۔ بیٹے بھی اپنی کارروائی سے باز نہ آئے۔ وہ ہر رات بت کو اٹھا کر باہر پھینک آتے اور بڑے میاں بیچارے اسے ہر صبح کسی نہ کسی گڑھے سے نکال لاتے۔ پریشانی حد سے بڑھ گئی تو ایک رات سونے سے پہلے بت کے پاس گئے اور کہنے لگے: ”منات! بڑے افسوس کی بات ہے۔ ایک بکری بھی اپنا دفاع کرنا جانتی ہے مگر تم اپنا دفاع نہیں کر سکتے۔“

بت کی گردن میں تلوار لٹکا دی اور کہا: ”دشمن سے اپنا بچاؤ کرنا۔“ رات گہری ہو گئی تو لڑکوں نے حسب معمول بت اٹھایا۔ ایک مرے ہوئے کتے سے باندھا اور بدبودار گندے کنویں میں پھینک دیا۔ صبح بڑے میاں پھر منات کی تلاش میں نکلے۔ اسے اس حال میں دیکھا تو کہا:

وَاللّٰهِ لَوَكُنْتَ اِلٰهًا لَّمْ تَكُنْ اَنْتَ وَكَلْبٌ وَسَطٌ بِسْرِ فِي قَرْنٍ

”واللہ! تم خدا ہوتے تو یوں کنویں کے وسط میں کتے کے ساتھ ایک رسی میں نہ بندھے ہوتے۔“

یہ حالات دیکھنے کے بعد وہ اسلام کے سائے تلے آگئے اور خدمتِ دین کے میدان میں لوگوں پر ہمیشہ سبقت لے جاتے رہے۔¹

مسلمان معرکہ بدر کے لیے نکلے تو عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے بیٹوں نے ان کو بڑھاپے اور لنگڑے پن کی وجہ سے روکنا چاہا مگر انہوں نے جہاد پر جانے کے لیے اصرار کیا۔ بیٹوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرائی تو آپ نے انہیں مدینہ میں رہنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ مدینہ میں رہے۔ جنگ احد کا موقع آیا تو عمرو

بن جموح رضی اللہ عنہ نے جہاد پر جانے کا ارادہ کیا۔ بیٹوں نے پھر روکا۔ اب کے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آبدیدہ عرض کی: ”اے اللہ کے رسول! میرے بیٹے مجھے آپ کے ساتھ جہاد پر جانے سے روک رہے ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”اللہ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔“ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اللہ کے رسول! میں اسی لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں جانا چاہتا ہوں۔“ بالآخر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اپنے ہتھیار پہنے اور دعا کی: ”اے اللہ! مجھے شہادت عطا فرما دے، واپس گھر نہ آنے دے۔“²

مسلمان میدان جنگ میں پہنچے۔ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ نوجوانوں نے جنگ کی آواز بلند کی۔ تیر اندازی کا آغاز ہوا تو عمرو نے بھی ظالموں پر تلوار چلانی شروع کر دی اور بت پرستوں کو قتل کرنے لگے۔ ایک کافر آپ کی طرف بڑھا۔ اس نے تلوار کا وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ۔ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو وہیں میدان احد میں دفن کر دیا گیا۔

چھالیس سال بعد امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شہدائے احد کا مدفن شدید سیلاب کی زد میں آیا اور قبروں کو بہا لے گیا۔ مسلمان جلدی جلدی شہداء کی قبریں منتقل کرنے کے لیے گئے۔ انھوں نے عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی قبر کشائی کی تو حیران رہ گئے۔ ان کا جسد مبارک یوں تروتازہ تھا جیسے ابھی سوئے ہوں۔ جسم بالکل گداز جس طرف چاہو موڑ لو، زمین نے آپ کے جسم کا بال بھی بیکا نہیں کیا تھا۔³



سفینہ نجات

کتنے ہی لوگ قیامت تک لعنت کے مستحق ٹھہرے۔ صرف اس لیے کہ انہوں نے توحید کی حقیقت نہ جانی۔

پس اللہ اکیلا ہی رب ہے۔ بندے کو اسی پر بھروسا کرنا چاہیے، اسی کی طرف رغبت ہو، اسی سے ڈرے، اسی کے نام کی قسم کھائی جائے۔ نذر و نیاز بھی اسی کے نام کی دے اور گناہوں کی معافی بھی اسی سے مانگے۔

لا إله إلا الله کی شہادت دینے کا مطلب یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لا إله إلا الله کی سچی گواہی دینے والے پر جہنم حرام قرار دی ہے۔

معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر غور کیجیے۔ وہ نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھے۔ نبی ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا:

”معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ بندوں کے ذمے اللہ کا حق کیا ہے اور

اللہ کے ذمے بندوں کا حق کیا ہے؟“

معاذ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔“

فرمایا: ”اللہ کا حق بندوں کے ذمے یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور

غور کریں کہ حق سامنے آیا۔ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اسے اپنایا تو اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کا خاتمہ بالآخر کیا۔ لا إله إلا الله کو حق مانا تو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں ان کی فضیلت ظاہر کر دی۔

یہی وہ کلمہ ہے جس کی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اسی کی خاطر اللہ نے تمام مخلوقات پیدا کیں۔ یہی کلمہ جنت میں داخلے کا ضامن ہے۔ جنت و دوزخ اسی وجہ سے بنائے گئے ہیں اور اسی کی بدولت جن و انس کی تقسیم ہوئی ہے کہ یہ مومن ہے اور وہ کافر، یہ نیک ہے اور وہ بد۔

قیامت کو بندے کے قدم اللہ کے سامنے سے ہٹ نہ سکیں گے جب تک یہ دو سوال نہ پوچھ لیے جائیں گے۔ (اور ان کا جواب نہ لے لیا جائے گا):

① تم عبادت کس کی کرتے تھے؟

② اور تمہارے پاس جو رسول آئے، ان کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا؟

1 دلائل النبوة للبيهقي: 2/456، وأسد الغابة: 3/360. 2 سير أعلام النبلاء: 1/252،

والسنن الكبرى للبيهقي: 9/24. 3 سير أعلام النبلاء: 1/255، والطبقات الكبرى

لابن سعد: 3/562.



فرمان الہی ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا
الطُّغُوتَ﴾

”یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور
طاغوت سے بچو۔“³

اللہ کے سوا جس کی بھی پوجا کی جائے وہ طاغوت ہے، چاہے کوئی بت ہو،
انسان ہو، جن ہو، قبر ہو یا شجر۔
توحید ہی تمام رسولوں کی اہم ترین ذمہ داری رہی ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ بندوں کا حق اللہ کے ذمے یہ
ہے کہ جو اس کے ساتھ شرک نہ کرے، اسے عذاب نہ دے۔“¹

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے دریافت کیا: ”اے اللہ کے رسول!
اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟“
آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ»

”یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک بنائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔“²
توحید ہی وہ امر ہے جس کے لیے اللہ نے رسول بھیجے۔

«يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقَيْتَنِي لَا تُشْرِكُ
بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً»

”اے آدم کے بیٹے! اگر تو زمین بھر گناہ میرے پاس لائے اور مجھ سے
اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں تیرے
پاس اسی قدر مغفرت لاؤں گا۔“⁷

توحید کی اسی اہمیت کی وجہ سے انبیائے کرام بھی شرک سے اللہ کی پناہ

مانگتے تھے۔ امام الموحدين، بت شکن، بیت
اللہ کے بانی اور معمار، جلیل القدر پیغمبر
ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دربار میں گڑگڑاتے
ہوئے عرض کرتے ہیں:

﴿وَاجْتَبِنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾

”(اے میرے رب!) مجھے اور میری
اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچا۔“⁸

1 صحیح مسلم، حدیث: 30. 2 صحیح البخاری، حدیث: 4477، صحیح مسلم،
حدیث: 86. 3 النحل 36:16. 4 الزخرف 45:43. 5 الذریت 56:50. 6 الأنعام
88:6. 7 جامع الترمذی، حدیث: 3540. 8 ابراہیم 35:14.

﴿وَسَأَلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا
يُعْبَدُونَ﴾

”ان سے پوچھ جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسول بنا کر بھیجا، کیا
ہم نے رحمن کے سوا کوئی اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی
جائے۔“⁴

بلکہ حقیقت یہ ہے، مخلوق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی توحید کو اجاگر کرنے کے
لیے پیدا کی گئی ہے۔
ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

”اور میں نے جن اور انسان اسی لیے تو پیدا کیے ہیں کہ میری عبادت
کریں۔“⁵

تمام اعمال کی قبولیت کا دار و مدار توحید پر ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحِطَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

”اگر یہ (پیغمبر) شرک کرتے تو ان کے اعمال بلاشبہ اکارت جاتے۔“⁶

جس نے توحید اپنالی وہ کامیاب ہو گیا۔ امام ترمذی کی روایت کردہ حدیث
قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

توحید سے انحراف کا آغاز

ابتدا میں نوح علیہ السلام کی قوم نے شرک کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ انھوں نے قوم کو شرک سے روکا۔ جنھوں نے اللہ کے نبی نوح علیہ السلام کا کہا مانا اور توحید کا اقرار کیا وہ نجات پا گئے۔ جنھوں نے شرک کو اپنائے رکھا اور اسی پر مصر رہے، اللہ نے انھیں طوفان میں غرق کر دیا۔

نوح علیہ السلام کے بعد لوگ ایک زمانے تک توحید پر کار بند رہے۔ لیکن ابلیس نے انھیں فساد کا راستہ دکھایا اور اللہ کے بندوں میں شرک پھیلانا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی اصلاح کے لیے رسول بھیجتا رہا۔ سب سے آخر میں خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ آپ نے توحید کی دعوت دی اور اسے خوب اجاگر کیا۔ مشرکین کے خلاف جہاد و قتال کیا اور بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ اللہ کے فضل سے امت ایک بار پھر توحید کی راہ پر گامزن ہو گئی۔ آج امت کے بعض افراد میں شرک سرایت کر چکا ہے۔ اس کا ایک سبب اولیاء و صالحین کی حد سے زیادہ تعظیم ہے۔ ان کی قبروں پر مزار بنائے گئے اور ان سے دعائیں کی جانے لگیں۔ اللہ کو

چھوڑ کر اصحابِ قبور سے مدد مانگی جانے لگی۔ مزاروں پر جانور ذبح کرنے کا آغاز ہوا اور نذرونیاز چڑھانے کا سلسلہ چل نکلا۔ اس صریح شرک کو نیک لوگوں کے وسیلے یا ان سے اظہار عقیدت کا نام دیا گیا اور ان سے محبت کی علامت شمار کیا گیا۔ لوگوں نے اہل قبور کی تعظیم کو اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔ لیکن وہ ماضی کے مشرکوں کی یہ بات بھول گئے کہ انھوں نے اپنے بتوں کے متعلق کہا تھا:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾

”ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب تر کر دیں۔“¹

آپ ان کے شرک کا رد کریں تو وہ آپ کو جواب دیں گے: ”ہم تو توحید پرست ہیں اور اپنے رب ہی کی عبادت کرتے ہیں۔“ اس جواب پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ وہ

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے والد

نبی ﷺ نے مکہ میں اسلام کی دعوت پیش کی تو کفار قریش نے لوگوں کو آپ سے متنفر کرنے کی کوشش کی۔ کہنے لگے یہ جادو گر ہے۔ کاہن اور مجنون ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے دیکھا کہ آپ کے پیروکار بڑھتے جاتے ہیں۔ انہوں نے پروگرام بنایا کہ آپ کو مال اور دنیا کا لالچ دیا جائے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف حصین بن منذر خزاعی کو روانہ کیا۔ یہ بنو خزاعہ کے سرداروں میں سے تھا۔ حصین جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو کہنے لگا: ”اے محمد! تم نے ہمارے معاشرے میں تفرقہ ڈال دیا اور ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ اس سے تمہارا مقصود مال کمانا ہے تو ہم تمہارے لیے مال جمع کر دیتے ہیں۔ تم سب سے مال دار ہو جاؤ گے۔ عورتوں کے خواہش مند ہو تو تمہاری شادی خوبصورت ترین عورت سے کر دیتے ہیں۔ بادشاہت چاہتے ہو تو تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔“ وہ لالچ دیتا رہا اور آپ خاموشی سے سنتے رہے۔ خاموش ہوا تو آپ نے پوچھا: ”ابو عمران! کیا تمہاری بات پوری ہوئی۔“

وہ کہنے لگا: ”ہاں!“

توحید کا مفہوم یہ لیتے ہیں کہ اللہ کے وجود کا اقرار کر لیا جائے اور اسے عبادت کے لائق مانا جائے جبکہ توحید کا یہ مفہوم انتہائی ناقص ہے۔ توحید کے اس مفہوم کا تو ابو جہل، ابولہب اور دیگر کفار قریش بھی اقرار کرتے تھے۔ پھر تو وہ بھی موحد کہلا سکتے ہیں۔

وہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ ہی سب سے بڑا معبود اور لائق عبادت ہے۔ لیکن انہوں نے دوسرے معبودوں کو بھی اللہ کا شریک بنا رکھا تھا۔ ان کا گمان تھا کہ یہ معبود انہیں اللہ تک پہنچانے کا وسیلہ ہیں اور اس کے ہاں ان کے سفارشی ہیں۔



کا جواب دیتے ہیں یا وہ اکیلا ہی جواب دیتا ہے؟“

ابو عمران: ”وہ اکیلا ہی میری پکار کا جواب دیتا ہے۔“

رسول اکرم ﷺ: ”وہ اکیلا ہی تمہاری دعا سنتا ہے۔ وہ اکیلا ہی تمہیں نعمتوں سے نوازتا ہے لیکن شکر کرنے میں تم دوسروں کو بھی اس کا شریک بناتے ہو۔ کیا تمہیں خطرہ ہے کہ وہ معبود اکیلے رب پر غالب آکر تمہیں نقصان پہنچائیں گے؟“

ابو عمران: ”نہیں! وہ اس پر غلبہ پانے کی قدرت نہیں رکھتے۔“

رسول اللہ ﷺ: ”حصین! اسلام قبول کر لو۔ میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔“ اللہ تمہیں ان کی برکت سے فائدہ پہنچائے گا.....¹

¹ الأسماء والصفات للبيهقي، ص: 424، والتوحيد لابن خزيمة: 1/178، حديث: 178. تحقيق عبدالعزيز بن إبراهيم الشهوان، مكتبة الرشد، الرياض، 1414هـ، وجامع الترمذي، حديث: 3483.



رسول اللہ ﷺ: ”جو میں پوچھوں اس کا جواب دینا۔“

ابو عمران: ”جو چاہو پوچھو۔“

رسول اللہ ﷺ: ”مال (جانور وغیرہ) ہلاک ہو جائے تو کس کو پکارتے ہو؟“

ابو عمران: ”اسی کو جو آسمانوں میں ہے۔“

رسول اللہ ﷺ: ”بارش نہ ہو تو کس سے دعا کرتے ہو؟“

ابو عمران: ”اسی سے جو آسمانوں میں ہے۔“

رسول اللہ ﷺ: ”جب بچے بھوکے مرتے ہوں تو کس کے سامنے گڑ گڑاتے ہو؟“

ابو عمران: ”اسی کے سامنے گڑ گڑاتا ہوں جو آسمانوں میں ہے۔“

رسول اللہ ﷺ: جب تم ان معبودوں کو پکارتے ہو تو کیا وہ سب تمہاری دعا

”اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! آپ کہہ دیں: سب تعریف اللہ کے لیے ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“²

صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک دستہ روانہ کیا۔ وہ اپنی سواریوں پر گھوم پھر رہے تھے کہ انھوں نے ایک آدمی دیکھا جس نے ہتھیار لٹکائے ہوئے تھے۔ وہ احرام میں تھا اور تلبیہ بھی پکار رہا تھا:

«لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ! لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمَلِكُهُ وَمَا مَلَكَ»

”بار بار حاضر ہوں اے اللہ! میں بار بار حاضر ہوں، میں بار بار حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جو تو نے بنایا ہے۔ تو اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔“

جب وہ **إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمَلِكُهُ وَمَا مَلَكَ** پر پہنچتا تو اس کو بار بار دہراتا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے پاس پہنچے اور دریافت کیا: ”کدھر کا ارادہ ہے؟“ اس نے بتایا کہ مکہ جا رہا ہوں۔ صحابہ نے اس کے سراپا پر نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ یہ تو جھوٹی نبوت کے دعوے دار مسیلمہ کذاب کے علاقے سے آرہا ہے۔ صحابہ نے اس کی مشکلیں کس دیں اور مدینہ لے آئے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے دیکھ

ایک حقیقت

وہ لوگ لات و عزلی کی پوجا کرتے تھے لیکن انھیں جھوٹے معبود تصور کرتے تھے۔ ان کے خیال میں وہ انھیں معبود اعظم اللہ کے قریب کر دیتے تھے۔ وہ انھی جھوٹے معبودوں کے لیے طرح طرح کی عبادات بجالاتے تھے تاکہ وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں۔ اسی لیے وہ کہا کرتے تھے:

«مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى»

”ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب تر کر دیں۔“¹

اللہ کے بارے میں ان کا اعتقاد تھا کہ وہی خالق و رازق ہے اور وہی زندگی بخشنے والا اور موت دینے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

«وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ»

لیں اور جو چاہیں فیصلہ فرمائیں۔

نبی ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: ”اپنے قیدی کو پہچانتے بھی ہو؟ یہ بنو حنیفہ کا سردار ثمامہ بن اُثال ہے۔“ پھر فرمایا: ”اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دو اور خوب خاطر مدارات کرو۔“ آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور گھر میں جو کھانا وغیرہ تھا، اکٹھا کر کے مہمان کے لیے بھیج دیا۔ ثمامہ کی سواری کی دیکھ بھال کا بھی حکم دیا اور فرمایا: ”صبح و شام اس کا جانور اس کے سامنے لایا جائے تاکہ وہ اسے دیکھتا رہے۔“

صحابہ نے اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ نبی ﷺ اس کے پاس آئے اور پوچھا: ”ثمامہ! بولو، کیا کہتے ہو؟“ وہ بولا: ”میں جو کہوں گا ٹھیک کہوں گا اے محمد! اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جو مستحق قتل ہے۔ اور اگر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیں گے تو ایسے شخص کے ساتھ معاملہ کریں گے جو احسان شناس ہے۔ ہاں! اگر آپ روپیہ چاہتے ہیں تو جتنا چاہیں مانگ لیں۔“

رسول اللہ ﷺ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر چلے گئے۔ اگلے روز آپ تشریف لائے اور دریافت کیا: ”ثمامہ! بولو، کیا کہتے ہو؟“ کہنے لگا: ”میں آپ سے کہہ چکا ہوں، اگر آپ قتل کرنا چاہتے ہیں تو صاحب دم کو قتل کریں گے اور اگر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیں گے تو مجھے احسان فراموش نہ پائیں گے۔ اور اگر روپیہ چاہیے تو جتنا چاہیں طلب کریں۔“ آپ نے اسے اس کے حال پر رہنے دیا۔ تیسرے دن آپ اس کے پاس تشریف لائے تو دریافت کیا: ”ثمامہ!

بتاؤ کیا خیال ہے؟“ کہنے لگا: ”میں دو ٹوک بات کر چکا ہوں۔“ آپ ﷺ نے اس کے رویے کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا کہ اسے اسلام سے رغبت نہیں ہوئی، حالانکہ وہ صحابہ کی نماز و اطاعت، اخلاق و کردار اور سخاوت و مہربانی خوب دیکھ چکا تھا اور ان کی پیاری پیاری باتیں بھی سن چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ثمامہ کو آزاد کر دو۔“ صحابہ نے اس کی مشکلیں کھول دیں، سواری لوٹا دی اور اسے آزاد کر دیا۔

ثمامہ مسجد نبوی کے قریب ہی کسی کنویں پر پہنچا۔ غسل کیا۔ مسجد میں آگیا اور پکارنے لگا:

«أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ.»

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (حقیقی) نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

ثمامہ نے کہا: ”اے محمد (ﷺ)! آج سے پہلے میرے نزدیک روئے زمین پر سب چہروں سے زیادہ برا چہرہ آپ کا تھا۔ آج (کلمہ پڑھ کر) آپ کا چہرہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ

برالگتا تھا مگر آج آپ کا دین مجھے تمام ادیان سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے اور اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے زیادہ برا کسی کا شہر نہیں لگتا تھا مگر اب میرے نزدیک سب شہروں سے پیارا شہر آپ کا ہے۔“

ثمامہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ”اللہ کے رسول! آپ کے ساتھیوں نے مجھے اس حال میں گرفتار کیا تھا کہ میں عمرے کی نیت سے جا رہا تھا۔ اب میں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟“ آپ نے اسے خوشخبری سنائی اور فرمایا: ”مکہ کے سفر کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤ اور عمرہ ادا کرو۔“

اب وہ توحید کا تلبیہ: «لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ! لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ..... لَا شَرِيكَ لَكَ..... لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ.....»

پکارتے ہوئے مکہ گیا۔ اب چونکہ ثمامہ نے اسلام قبول کر لیا تھا، اس لیے صرف لبیک، لا شریک لک..... کہہ رہا تھا۔ ثمامہ مکہ میں داخل ہوا۔ سرداران قریش اس کی آمد کی خبر سن چکے تھے۔ وہ اس کے پاس آئے اور تلبیہ سن کر حیران رہ گئے کیونکہ وہ صرف لبیک لا شریک لک..... لبیک لا شریک لک پکار رہا تھا۔ ایک سردار گویا ہوا: ”لگتا ہے کہ تو بے دین (صابی) ہو گیا ہے؟“ ثمامہ نے کہا: ”نہیں! بلکہ میں تو اللہ کا مطیع، مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کر لیا ہے۔“ انھوں نے پکڑ کر مارنا چاہا تو ثمامہ رضی اللہ عنہا نے چیخ کر کہا: ”ایسا نہ کرو، اللہ کی قسم! اگر مجھے گزند پہنچا تو یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی تم تک نہ پہنچ پائے گا جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہیں دیں گے۔“³

وہ لوگ بتوں کی تعظیم سے بڑھ کر اللہ کی تعظیم کرتے تھے۔ اس کے باوجود

مشرک ٹھہرے اور عذاب کے مستحق قرار پائے۔

ابو جہل اور ابو لہب کے شرک اور ان لوگوں کے شرک میں بھلا کیا فرق ہے جو قبروں پر جانور ذبح کرتے یا آستانوں پر سجدہ ریز ہوتے ہیں، اولیاء کے نام کے جانور ذبح کرتے ہیں، ان کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، یا پھر کسی بزرگ کے مزار پر عجز و نیاز اور خشوع و انکسار کے ساتھ کھڑے حاجات طلب کرتے ہیں۔ ان سے اپنی مشکلات حل کروانے کی امید رکھتے ہیں۔ ان کی بوسیدہ ہڈیوں سے کسی بیمار کے لیے شفا طلب کرتے ہیں، یا پردیسی مسافر کے گھر لوٹ آنے کی امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔



ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَلُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝﴾

”بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو وہ تمہاری ہی طرح بندے ہیں۔ پس تم انہیں پکارو اور ان سے اپنی پکار کا جواب لے لو اگر تم سچے ہو۔“⁴

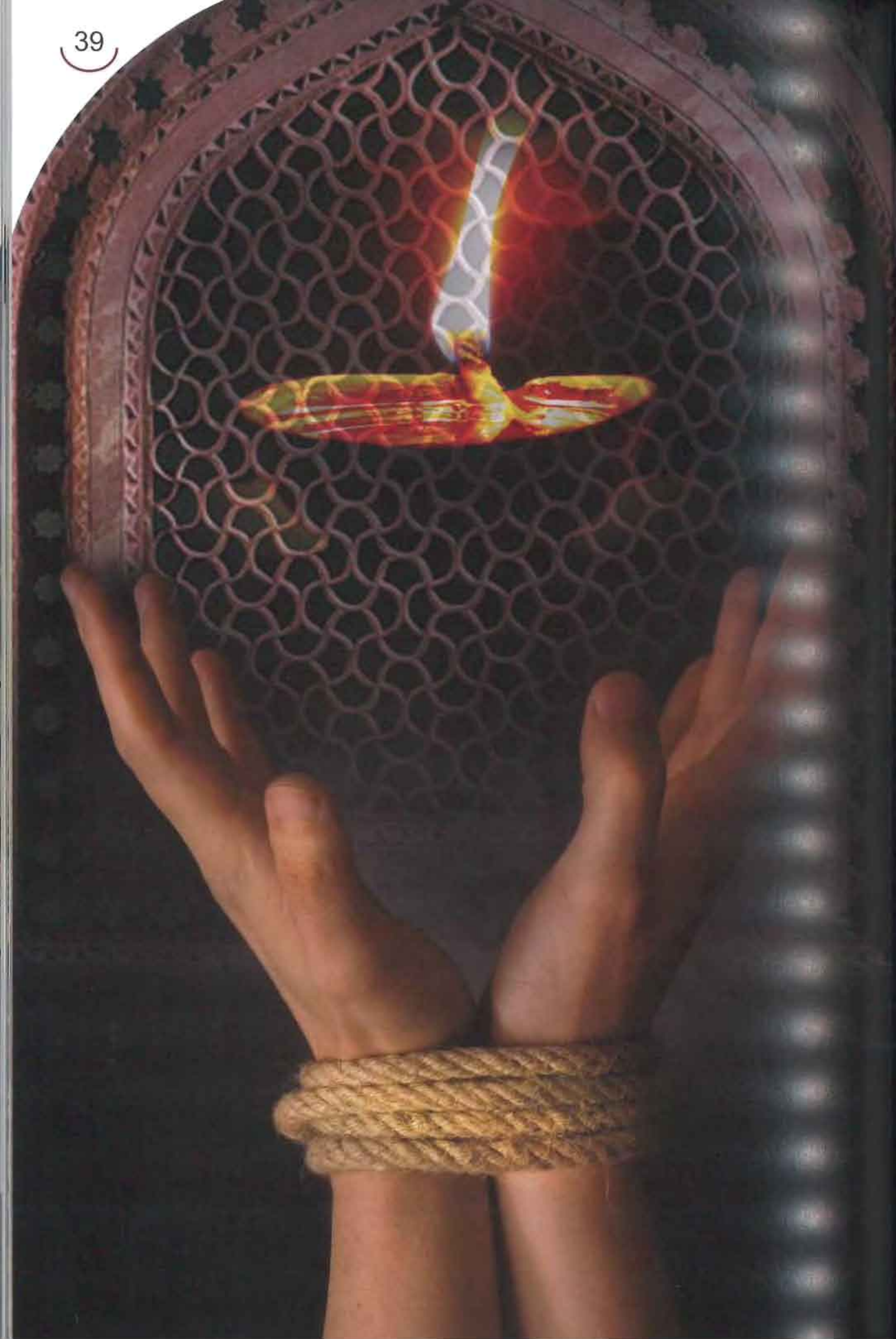
سب سے بڑا گناہ

کسی قبر پر جانور ذبح کرنا، صاحب قبر کا قرب چاہنا اور قبر کا طواف کرنا شرک ہے۔ یہ دوسرے سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ ہاں! یہ بہت بڑا گناہ ہے، زنا، شراب نوشی، قتل ناحق اور والدین کی نافرمانی سے بھی بڑا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۝﴾

”بلاشبہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس کے سوا جو گناہ جس کے لیے چاہے معاف کر دیتا ہے۔“⁵

ہاں! یہ بات یقینی ہے کہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا، حالانکہ وہ زانیوں کو بخش دیتا ہے، قاتلوں اور گناہ گاروں کو معاف کر دیتا ہے اور ان سے درگزر کرتا ہے۔



صحیحین میں نبی ﷺ کا فرمان موجود ہے، آپ نے فرمایا:

”بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ نے ایک کنویں کے پاس پیاسا کتا دیکھا، وہ کبھی تو کنویں کی منڈیر پر چڑھتا اور کبھی اس کے گرد چکر لگاتا۔ شدید گرمی کا عالم تھا۔ پیاس کی وجہ سے اس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ پیاس کی شدت گویا اسے ہلاک کیے دے رہی تھی۔ وہ بدکار عورت اپنے رب کی نافرمان، دوسروں کو بھی گناہ کی دعوت دینے والی، فواحش و منکرات کی دلدادہ اور حرام کی کمائی کھانے والے تھی۔ جب اس نے پیاس سے کتے کو دیکھا تو اپنا موزہ (یا جوتا) اتارا، دوپٹے سے باندھا اور کنویں سے پانی نکال کر اسے پلایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو بخش دیا۔“⁶

اللہ اکبر! اس عورت کو بخش دیا گیا؟ مگر کیوں؟ کیا وہ بہت بڑی عبادت گزار تھی؟ تہجد گزار اور روزہ دار تھی؟ کیا وہ اللہ کی راہ میں شہید ہوئی؟ نہیں، نہیں! بلکہ اس نے تو ایک کتے کو چند گھونٹ پانی پلایا تھا جس کی وجہ سے اللہ نے اس کے گناہ معاف کر دیے۔ یہ عورت تھی تو گنہگار لیکن اس نے اللہ کے ساتھ کبھی کسی ولی کو شریک جانا نہ کسی قبر کی پوجا کی اور نہ کسی پتھر یا بشر کو تعظیم دی۔ بس اسی لیے اللہ نے اس کی بخشش کر دی۔ اندازہ لگائیں! اللہ کی بخشش گنہگاروں کے کتنی قریب ہے اور مشرکوں سے کس قدر دور ہے!

ایک سبق آموز قصہ

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ زانیوں اور شرابیوں کو دیکھتے ہیں تو بڑے چراغ پا ہوتے ہیں، بیچ و تاب کھاتے ہیں مگر قبروں اور آستانوں کی دہلیز پر ماتھا ٹیکنے اور انھیں چومنے والوں سے یا وہاں کسی بھی قسم کی عبادت بجالانے والوں سے کبھی ناراض نہیں ہوتے۔ زنا یا شراب نوشی کبیرہ گناہ ہیں لیکن یہ انسان کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے جبکہ غیر اللہ کی معمولی سی عبادت کرنے سے انسان مشرک بن جاتا ہے اور اسی حالت میں موت آجائے تو کفر کی موت مرتا ہے۔ علمائے ربانی ہمیشہ اپنے وعظوں میں عقیدے کی اصلاح پر زور دیتے رہے ہیں۔ ایک بزرگ عالم دین نے توحید کی اہمیت پر کتاب لکھی تو وہ طالبان علم کو شرح کے ساتھ پڑھانے لگے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ توحید کے مسائل بھی ذہن نشین کراتے تھے۔



ایک دن ایک طالب علم کہنے لگا: ”استاد جی! (توحید کے علاوہ) کسی اور موضوع پر درس سننے کا ارادہ ہے۔ کوئی قصہ، کسی کی سیرت کا یا کوئی تاریخی واقعہ سنائیں۔“

استاد صاحب نے کہا: ”ٹھیک ہے۔ ہم ان شاء اللہ غور کریں گے۔“

اگلے روز استاد صاحب پریشان اور غمگین نظر آئے۔ طلبہ نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو استاد صاحب نے فرمایا: ”قریبی گاؤں میں ایک آدمی کے بارے میں علم ہوا ہے کہ اس نے نیا گھر بنایا ہے اور گھر کو جناتی اثر سے بچانے کے لیے گھر کے دروازے کی دہلیز پر جن کی خوشنودی کے لیے ایک مرغ ذبح کیا ہے۔ میں نے واقعے کی تصدیق کے لیے ایک صاحب کو وہاں بھیجا ہے۔“

طلبہ نے اس خبر سے کوئی خاص اثر نہ لیا، بس اس آدمی کے لیے ہدایت کی دعا کی اور خاموش ہو گئے۔

اگلے روز استاد صاحب تشریف لائے اور کہنے لگے: ”میں نے کل والے واقعے کی تصدیق کرائی ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل واقعہ کچھ اور ہے۔ اس آدمی نے جن کی خوشنودی کے لیے مرغ وغیرہ کچھ بھی ذبح نہیں کیا تھا بلکہ اس نے اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کیا ہے۔“

یہ سننا تھا کہ تمام طلبہ طیش میں آ گئے۔ اسے برا بھلا کہنے لگے۔

وہ کہہ رہے تھے: ”اسے سزا دینی چاہیے۔“ طلبہ نے خوب شور مچایا اور ہنگامہ

برپا کیا۔

استاد صاحب کہنے لگے: ”بچو! تمہارا معاملہ بھی انتہائی عجیب ہے۔ تم اس

کے کبیرہ گناہ کے ارتکاب پر تو بڑے مشتعل ہوئے ہو جبکہ وہ شخص جو شرک میں مبتلا ہے، غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرتا ہے، اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتا ہے تم اسے روکنے کی کوشش نہیں کرتے۔“ اب طلبہ خاموش ہو گئے۔ استاد صاحب نے ایک بچے کو اشارہ کیا اور فرمایا: ”مجھے کتاب التوحید پکڑاؤ۔ ہم اس کی دوبارہ شرح کرتے ہیں۔“

شرک سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ اللہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝﴾

”یقیناً شرک بہت بڑا گناہ ہے۔“⁷

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكَتَ لَيَجْبُطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ﴾

”بلاشبہ تیری طرف اور ان کی طرف جو تجھ سے پہلے ہوئے یہ وحی کی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال ضرور ضائع ہو جائیں گے اور تو ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“⁹

شرک کی اقسام

شرک کی چند اقسام ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں جو انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتی ہیں اور مشرک اگر توبہ کیے بغیر مر جائے تو اس کا دائمی ٹھکانا جہنم ہوتا ہے۔ شرک کی وہ اقسام درج ذیل ہیں:

- ❁ غیر اللہ کو پکارنا۔
- ❁ غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کر کے اور نذر و نیاز دے کر اس کی خوشنودی حاصل کرنا، مثلاً: صاحبِ قبر، جن یا شیاطین کے نام کا جانور ذبح کرنا۔
- ❁ مُردوں سے خوف کھانا یا جن اور شیاطین سے ڈرنا کہ وہ کوئی نقصان پہنچائیں گے یا بیمار کر دیں گے۔
- ❁ غیر اللہ سے ایسے کام کی حاجت براری اور مصائب دور کرنے کی امید لگانا جس پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں۔ آج کل قبروں پر اس شرک کا خوب مظاہرہ ہوتا ہے۔

قبروں کی زیارت کا مقصد تو عبرت ہونا چاہیے یا مرنے والوں کے لیے دعا

مشرکین پر جنت حرام ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔
فرمان الہی ہے:

﴿مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وُجِدَ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾

”جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“⁸

جو انسان شرک میں مبتلا ہو گیا، شرک اس کی تمام عبادات نماز، روزہ، حج، جہاد فی سبیل اللہ اور صدقات و زکاۃ وغیرہ ضائع کر دے گا۔ ارشاد ربانی ہے:



کرنی چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«زُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمْ الْآخِرَةَ»

”قبروں کی زیارت کو جایا کرو، یہ تمہیں آخرت یاد دلاتی ہیں۔“¹⁰

قبروں کی بار بار زیارت کا یہ حکم مردوں کو ہے۔ عورتوں کے لیے قبروں پر (بکثرت) جانا جائز نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے قبروں کی بکثرت زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔“¹¹

قبرستان جانے سے وہ خود کسی فتنے میں مبتلا ہو سکتی ہیں یا اوروں کو فتنے میں مبتلا کر سکتی ہیں۔

قبروں کی زیارت سے مقصود قبر والوں سے دعا کرنا، ان سے کسی قسم کی مدد چاہنا، ان کے لیے جانور ذبح کرنا، ان سے تبرک حاصل کرنا، ان سے حاجات مانگنا یا ان کے لیے نذر و نیاز دینا ہو تو یہ شرک اکبر ہے۔ قبر میں جس کو پکارا جا رہا ہے وہ کوئی نبی ہو، ولی ہو یا کوئی بھی نیک ہستی۔ یہ سب مخلوق ہیں اور اللہ کے بندے ہیں، کسی نفع یا نقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر جناب محمد ﷺ سے یہ کہلوا دیا ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا﴾

”کہہ دو میں اپنے لیے نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہوں۔“¹²

جب امام الانبیاء خاتم الرسل جیسی ہستی کسی کے لیے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتی تو دوسرے انسان کیسے کسی کو فائدہ یا گزند پہنچا سکتے ہیں۔

آج جاہل لوگ جو نبی ﷺ کی قبر کے پاس جا کر دعا کرتے ہیں یا آپ سے مدد مانگتے ہیں یا حسین رضی اللہ عنہ یا شیخ بدوی رضی اللہ عنہ یا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی قبروں پر جا کر جو کچھ کرتے ہیں وہ سب شرک ہے۔ کسی قبر کے پاس جا کر نماز پڑھنا یا تلاوت کرنا بدعت ہے۔ قبروں کی زیارت صرف عبرت حاصل کرنے یا اہل قبور کے لیے دعا کرنے کے لیے ہونی چاہیے۔

انتہائی تعجب بلکہ افسوس ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان اہل قبور کے پاس جائے، ان سے التجا کرے کہ اس کی دعائیں قبول کی جائیں یا اس کی پریشانیاں دور کی جائیں، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ اپنی قبروں میں بے جان پڑے ہیں۔ کوئی حرکت کر سکتے ہیں نہ قبر کی اندھیری کوٹھڑی سے باہر آ سکتے ہیں۔

مزاروں اور قبروں کی بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے۔ ان پر بڑی عالی شان عمارتیں بنائی جاتی ہیں۔ ان کی خدمت کے لیے خدام اور مجاور مقرر ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کے سامنے تقویٰ، پرہیز گاری اور

نفس کشی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لوگوں سے صاحب قبر کے جھوٹے واقعات و کمالات بیان کرتے ہیں اور سادہ لوح عوام کو صحیح اسلامی عقیدے سے پھسلا کر شرک کی راہ پر ڈال دیتے ہیں۔

ناریل خدا

جو لوگ مُردوں کی پوجا کرتے ہیں، ان سے مجھے کہنا ہے کہ تمہارے یہ مُردے جن کے آستانوں پر تم آنسو بہاتے ہو اور جن کی سفارش کی امید لگائے بیٹھے ہو:

﴿هَلْ يَسْعَوْنَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ۖ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يُضُرُّونَ ۗ﴾

”کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انھیں پکارتے ہو؟ یا تمہیں فائدہ دیتے یا نقصان پہنچاتے ہیں؟“¹³

نہیں! اللہ کی قسم! یہ سنتے ہیں نہ کوئی فائدہ دیتے ہیں۔

یہاں ایک تیرہ سالہ لڑکے کا دلچسپ واقعہ بیان کرنا بے محل نہ ہوگا۔ یہ لڑکا اپنے والد کے ساتھ بھارت کی سیر و سیاحت کے لیے گیا۔ بھارت بہت بڑا ملک ہے۔ یہاں خداؤں کی بہتات ہے۔ وہ لوگ ہر شے کو پوجتے ہیں، چاہے حیوان ہو یا درخت، پتھر ہو یا انسان، یا ستارے وہ لڑکا ہندوؤں کے ایک مندر میں گیا تو دیکھا کہ لوگ ناریل کی پوجا پاٹ کر رہے ہیں۔ انھوں نے ناریل پر آنکھیں، ناک اور منہ کی شکل بنائی ہوئی تھی اور مختلف قسم کی خوشبوئیں اور کھانے پینے کی چیزیں اس پر چڑھا رہے تھے۔ لڑکے نے آگے بڑھ کر ناریل اچکا اور دوڑ لگا

دی۔ پجاریوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو اپنا خدا گم پایا۔ دائیں بائیں نگاہ دوڑائی تو دیکھا کہ ایک بچہ ان کا خدا اٹھائے بھاگا جا رہا ہے۔ پجاریوں نے پوجا وہیں چھوڑی اور اپنا خدا حاصل کرنے کے لیے بچے کے پیچھے دوڑ پڑے۔ وہ بچہ خاصا دور نکل گیا۔ اس نے ناریل توڑا، اس کا پانی پیا اور ناریل زمین پر پٹخ دیا۔ ہندوؤں نے اپنے خدا کی یہ حالت دیکھی تو زور زور سے چلانے لگے۔ بالآخر انھوں نے بچے کو پکڑ لیا۔ اسے مارا پیٹا اور مجسٹریٹ کے پاس لے گئے۔

مجسٹریٹ (بچے سے): ”تم نے ان کا خدا توڑا ہے؟“

بچہ: ”نہیں! میں نے تو ناریل توڑا ہے۔“

مجسٹریٹ: ”وہی تو ان کا خدا ہے۔“

بچہ: ”جناب! کیا آپ نے کبھی ناریل توڑ کر اس کا پانی پیا ہے؟“

مجسٹریٹ: ”ہاں، پیا ہے۔“

بچہ: ”پھر میرے اور آپ کے ناریل توڑنے میں کیا فرق ہوا؟“

مجسٹریٹ سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ حیران رہ گیا،

پھر اس نے ناریل کے

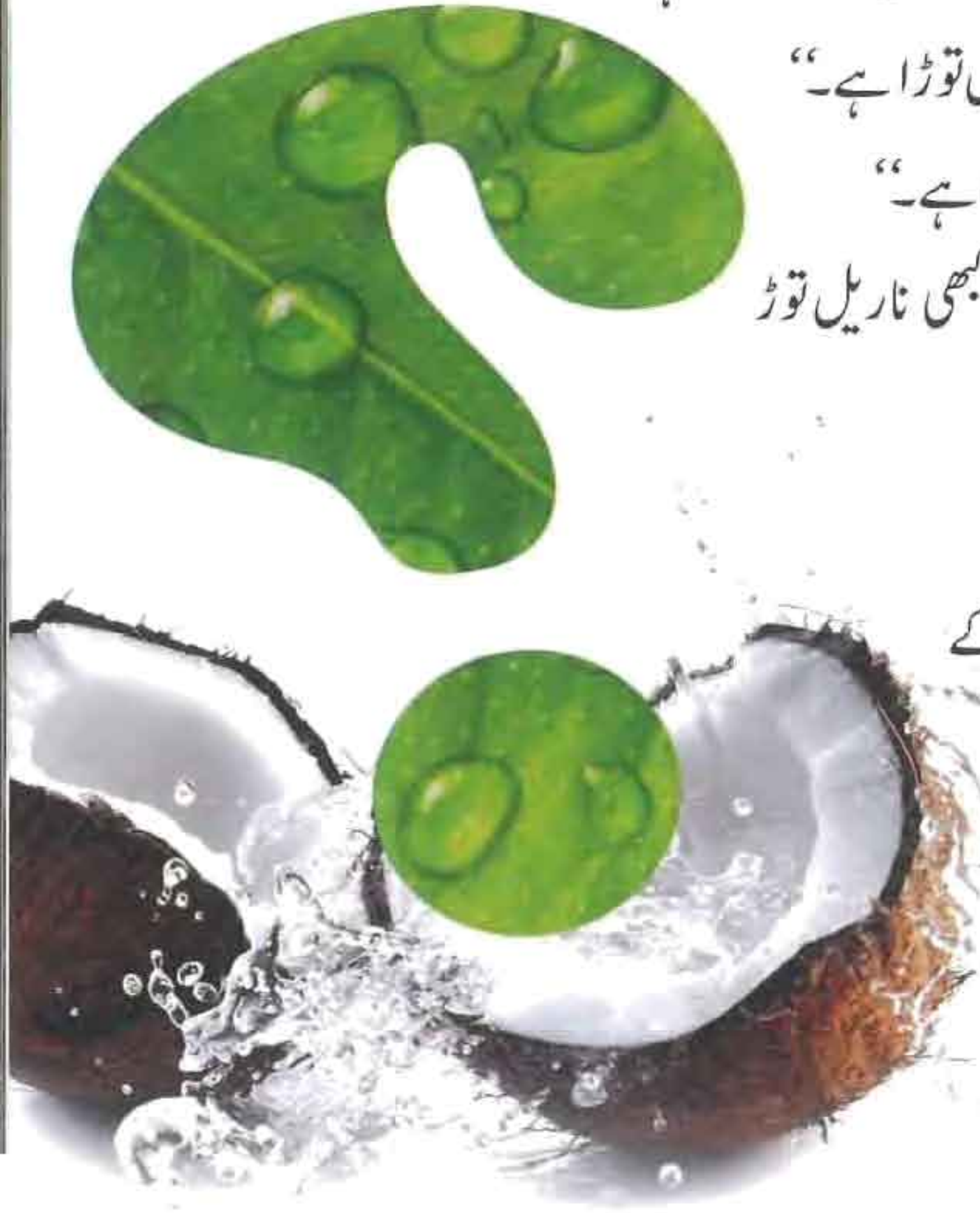
پجاریوں کی طرف دیکھا کہ

مجسٹریٹ سے کوئی جواب

نہ بن پڑا اور وہ حیران رہ گیا،

پھر اس نے ناریل کے

پجاریوں کی طرف دیکھا کہ





قبروں اور مزاروں کی قسمیں

❁ ایسے قبے جو مسلمانوں کے عام قبرستان میں بنائے جاتے ہیں۔ جیسے آپ دیکھتے ہیں کہ قبرستان میں کسی نہ کسی قبر پر شاندار قبہ بنا ہوتا ہے۔

❁ ایسے قبے جو مساجد میں بنائے جاتے ہیں یا کسی قبے پر مسجد بنا دی جاتی ہے۔ بسا اوقات یہ قبہ قبلہ رخ ہوتا ہے یا مسجد کی پچھلی جانب یا دائیں بائیں کسی بھی طرف ہوتا ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے قبے بنانے اور ان پر میلہ منعقد کرنے سے منع کیا ہے۔ آپ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ میری قبر کو پوجا پاٹ کا مرکز نہ بنایا جائے۔ آپ نے یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت کا بھی ذکر کیا جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا تھا۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

«اللَّهُمَّ! لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثْنَا يُعْبَدُ، لَعَنَ اللَّهُ قَوْمًا اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»

”اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے..... اللہ



وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

پجاری: ”اس ناریل کی آنکھیں اور منہ تھا۔“

بچہ (چلا کر): ”کیا وہ بول سکتا تھا؟“

پجاری: ”نہیں۔“

بچہ: ”کیا وہ سن سکتا تھا؟“

پجاری: ”نہیں۔“

بچہ: ”پھر تم اس کی

پوجا کیوں کرتے ہو؟

کافر ہکا بکارہ گئے لیکن اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

مجسٹریٹ نے پجاریوں کو دیکھا۔ اسے خدشہ ہوا کہ وہ بچے کو گزند پہنچائیں گے۔ اس نے بچے سے کہا: ”سزا کے طور پر تمہیں ایک سو پچاس روپے جرمانہ کیا جاتا ہے۔“ بچے نے جرمانہ ادا کیا اور لوٹ آیا۔ وہ توحید کے پرچار میں کامیاب رہا تھا۔

1 الزمر 3:39. 2 لقمن 25:31. 3 صحيح البخاري، حديث: 4372 و صحيح مسلم، حديث: 1764. 4 الأعراف 7:194. 5 النساء 4:48. 6 صحيح البخاري، حديث: 3467, 3321 و صحيح مسلم، حديث: 2245. 7 لقمن 13:31. 8 المائدة 5:72. 9 الزمر 39:65. 10 صحيح مسلم، حديث: 976، وسنن ابن ماجه، حديث: 1569 واللفظ له. 11 جامع الترمذي، حديث: 1056، وسنن ابن ماجه، حديث: 1574-1576. 12 الأعراف 7:188. 13 الشعراء 26:73, 72.

نے ان لوگوں پر لعنت کی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔¹

رسول اللہ ﷺ کی قبر اور دیگر تمام انبیاء و صالحین کی قبریں اسی حکم کے تحت آتی ہیں۔

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابو ہباج اسدی سے فرمایا: ”میں تمہیں اس کام پر روانہ کرتا ہوں جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا: ”ہر تصویر کو مٹا دو اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دو۔“²

رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے، ان پر مجاور بن کر بیٹھنے اور ان پر عمارتیں (قبر وغیرہ) بنانے سے منع کیا ہے۔³ آپ نے قبروں پر کتبے لگانے سے بھی روکا ہے، نیز رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر مساجد بنانے اور ان پر چراغ روشن کرنے والے پر لعنت کی ہے۔⁴

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے دور میں عالم اسلام میں شرک کا نام و نشان تک نہ تھا، نہ کسی نبی کی قبر پر اور نہ کسی دوسرے کی قبر پر۔

موجودہ دور کے سنگین حالات

مصر میں اولیاء کے مزار جو شہروں اور بستیوں میں پھیلے ہوئے ہیں، چھ ہزار سے اوپر ہیں۔ سال بھر میں شاید ہی کوئی دن ایسا ہو کہ مصر میں کوئی نہ کوئی میلہ یا عرس نہ منایا جاتا ہو۔ جس بستی یا گاؤں میں کوئی مزار نہ ہو اسے بے برکت تصور کیا جاتا ہے۔

کچھ مزار بڑے ہیں اور کچھ چھوٹے۔ جس مزار کی عمارت بلند اور وسیع ہو اور

صاحب قبر کی شہرت بھی خوب ہو اس کو بڑا

مزار کہا جاتا ہے اور وہاں زائرین بھی کثیر تعداد میں آتے ہیں۔

قاہرہ کے بڑے مزاروں میں حسین رضی اللہ عنہ کا مزار، سیدہ زینب، سیدہ عائشہ، سیدہ سکینہ، سیدہ نفیسہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مزار شامل ہیں۔ اسی طرح (امام الحدیث) لیث بن سعد رضی اللہ عنہ کا مزار بھی بڑے مزاروں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ بدوی کا مزار طنطا میں، شیخ دسوقی کا مزار دسوق شہر میں اور شیخ شاذلی کا مزار حمیڑہ گاؤں میں واقع ہے۔

مشرکین دور و نزدیک سے آ کر حسین رضی اللہ عنہ کی مزمومہ قبر کی زیارت کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اس کا طواف ہوتا ہے اور جانور بھی ذبح کیے جاتے ہیں، نیز بیماریوں سے شفا طلب کی جاتی ہے اور مصائب دور کرائے جاتے ہیں۔

شیخ بدوی کے مزار پر ہر سال میلہ لگتا ہے۔ یہاں مشرکین حج کی طرح اکٹھے ہوتے ہیں۔ اندون و بیرون ملک سے کثیر تعداد میں حاضری دیتے ہیں۔ ان میں سنی اور شیعہ سب لوگ شامل ہوتے ہیں۔

ترکی کے شہر قونیہ میں جلال الدین رومی کے مزار پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے:

صَالِحٌ لِلْأَدْيَانِ الثَّلَاثَةِ: الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى.

یعنی شیخ جلال الدین رومی تینوں ادیان اسلام، یہودیت اور نصرانیت کے مشترکہ ولی ہیں۔ ان کو قطب اعظم کہا جاتا ہے۔

شام کے حالات بھی مصر سے مختلف نہیں۔ صرف دمشق میں معتبر ذرائع کے مطابق ایک سو چورانوے مزار ہیں۔ چوالیس مزار تو بہت مشہور ہیں۔ ستائیس قبریں صحابہ کرام کی طرف منسوب ہیں۔ دمشق میں یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے سر مبارک کا مزار بھی ہے جو اموی مسجد کے احاطے میں ہے۔ اسی مسجد کے ایک کونے میں صلاح الدین ایوبی اور عماد الدین زنگی کے مقبرے اور دیگر قبریں ہیں۔ مشرکین ان کی زیارت کو آتے ہیں اور انھیں اپنی حاجات کا وسیلہ بناتے ہیں۔

شام میں ابن عربی (شیخ اکبر) صاحب فصوص الحکم کا مزار بھی

ہے، حالانکہ وہ گمراہ آدمی تھا۔

ترکی میں چار سو اکیاسی جامع مساجد ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مزار کے بغیر نہیں۔ سب سے مشہور مسجد استنبول میں ہے جو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے منسوب قبر پر بنائی گئی ہے۔

بھارت میں ڈیڑھ سو سے زائد مشہور و معروف مزار ہیں جہاں ہزاروں مشرکین زیارت کے لیے آتے ہیں۔

عراق میں صرف بغداد کے اندر ڈیڑھ سو سے زائد جامع مسجدیں ہیں۔ ان میں شاید ہی کوئی مسجد ایسی ہوگی جس میں مزار نہ ہو۔ موصل میں بھی چھتر سے زائد مشہور مزار ہیں اور سب کے سب کسی نہ کسی جامع مسجد میں بنائے گئے ہیں۔ یہ ان مزاروں کے علاوہ ہیں جو چھوٹی مساجد میں یا عام جگہوں پر بنائے گئے ہیں۔⁵ پاکستان میں بہاء الدین زکریا ملتانی کی قبر مزار کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ یہاں اہل شرک مختلف قسم کی عبادات بجالاتے ہیں، سجدے کیے جاتے اور چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔

پاکستان کے شہر لاہور میں علی ہجویری کا مزار ہے جو ملک کے بڑے مزاروں میں شمار ہوتا ہے۔ وہاں بھی مشرکین کی بڑی تعداد ہر وقت موجود رہتی ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ مشرکین جن قبروں کو بہت بابرکت سمجھتے ہیں، ان میں سے اکثر کی کوئی حقیقت نہیں۔ وہ جھوٹی اور بناوٹی قبریں ہیں۔

ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ کی ایک قبر تو قاہرہ میں ہے جو مشرکین کی زیارت گاہ ہے۔ وہ یہاں طرح طرح کی عبادات بجالاتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں، جانور ذبح کرتے اور قبر کا طواف کرتے ہیں۔ ادھر حسین رضی اللہ عنہ کی ایک قبر عسقلان (فلسطین) میں بھی ہے۔ اسی طرح حلب کی مغربی جانب جوشن

پہاڑ کی ڈھلان پر بھی حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا مزار موجود ہے۔ ان کے علاوہ مزید چار مقامات ایسے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں حسین رضی اللہ عنہ کا سر دفن ہے۔ وہ چار جگہیں یہ ہیں: دمشق، نجف اور کوفے کے درمیان مقام حنا، مدینہ منورہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے ساتھ اور نجف میں علی رضی اللہ عنہ کی قبر کے پہلو میں۔ اسی طرح میدان کربلا کے بارے میں بھی یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان کا سر وہیں ان کے جسم کے ساتھ رکھ دیا گیا تھا۔⁶

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا مدینہ میں فوت ہوئیں اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ لیکن شیعہ نے ان کا ایک مقبرہ دمشق میں تعمیر کر ڈالا۔⁷

قاہرہ میں بھی ان کا ایک مقبرہ بہت مشہور ہے جبکہ کتب تاریخ میں کہیں بھی مذکور نہیں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے زندگی

میں یا مرنے کے بعد کبھی مصر کا سفر کیا تھا۔

اسکندریہ والوں کا یہ اعتقاد ہے اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ ان کے ہاں ایک مزار میں مدفون ہیں۔ اہل علم کے ہاں یہ یقینی ہے کہ آپ اسکندریہ میں مدفون نہیں۔⁸

قاہرہ میں سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مبینہ مقبرہ بنا ہوا ہے۔ یہ زیارت گاہ اور سیدہ سکینہ بنت حسین ابن علی رضی اللہ عنہم کا مزار دونوں فاطمی خلیفہ آمر باحکام اللہ کی بیوی نے بنوائے تھے۔

مشہور ترین مزاروں میں نجف میں علی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے جبکہ یہ قبر جعلی ہے۔ درحقیقت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کے قصر امارت میں دفن ہوئے تھے۔⁹ بصرہ میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی قبر بنی ہوئی ہے، حالانکہ آپ مدینہ میں فوت ہوئے اور بقیع میں دفن ہوئے۔

حلب میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا مزار ہے، حالانکہ آپ کی وفات مدینہ میں ہوئی۔ شام کے مشرکین نے ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہما جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی یکے بعد دیگرے بیویاں ہیں، ان کے نام کی قبریں بنا رکھی ہیں، حالانکہ وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مدینہ کے اندر ہی فوت ہوئیں اور وہیں بقیع میں دفن ہوئیں۔

دمشق کی جامع مسجد میں ہود علیہ السلام کی قبر جعلی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے کبھی شام کا سفر نہیں کیا تھا۔ حضرموت (یمن) میں بھی ان سے منسوب ایک قبر موجود ہے۔

حضرموت ہی میں صالح علیہ السلام کی مبینہ قبر ہے، حالانکہ آپ حجاز میں فوت ہوئے تھے۔ صالح علیہ السلام کے نام کی ایک قبر یافا (فلسطین)¹⁰ میں بھی ہے۔ یافا میں ایوب علیہ السلام کا مزار بھی بتایا جاتا ہے۔

1 مسند أحمد: 246/2. 2 صحیح مسلم، حدیث: 969، وسنن أبي داود، حدیث: 3218، ومسند أحمد: 129/1. 3 صحیح مسلم، حدیث: 970. 4 سنن أبي داود، حدیث: 3236. 5 تفصیل کے لیے دیکھیں: الانحرافات العقديّة، ص: 295، 294، 289. 6 دیکھیے الانحرافات العقديّة، ص: 288، ومجلة لغة العرب، جلد: 7، السنة السابعة: 1929م، ص: 561، 557، ومعالَم حلب الأثرية لعبد الله حجار۔ افغانستان کے علاقے 'امام صاحب' میں بھی مبینہ طور پر حسین رضی اللہ عنہ کا سر مدفون ہے۔ جناب مولانا امیر حمزہ لکھتے ہیں: میں نے لوگوں سے پوچھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے اور وہیں ان کی قبر بھی ہے۔ یہاں ان کا مزار کیسے بن گیا؟ جواب ملا کہ وہاں ان کا دھڑ جبکہ یہاں سر مدفون ہے۔ (روس کے تعاقب میں از مولانا امیر حمزہ، ص: 57)۔ 7 عبد اللہ بن محمد بن خمیس، ص: 67. 8 مساجد مصر وأولياءها الصالحون: 2/33. 9 افغانستان کے شہر 'مزار شریف' کے بارے میں معروف ہے کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔ مزار شریف کی یہ زیارت افغانستان کی بڑی بڑی زیارت گاہوں میں سے ہے۔ (روس کے تعاقب میں از مولانا امیر حمزہ، ص: 57)۔ 10 یافا: یورپی زبانوں میں سے Jaffa یا Jappal لکھا جاتا ہے۔ یہ ساحلی شہر اسرائیل کی ناجائز ریاست میں شامل ہے اور اسرائیل کے دار الحکومت "تل ابیب" کے ساتھ مل کر "تل ابیب یافو" کہلاتا ہے۔ (اٹلس فتوحات اسلامیہ اردو، ص: 182)۔

میں تھا وہاں لوگ قبروں کی تعظیم کرتے اور نذرو نیاز کو آخرت کی نجات کے لیے کافی سمجھتے تھے۔

ایک روز اسکول جاتے ہوئے راستے میں عادل سعید سے باتیں کر رہا تھا کہ ایک پاگل سا ادھیڑ عمر بھکاری بس میں چڑھ آیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا بار بار اپنی قمیص کی گندی لٹکتی ہوئی آستین کے ساتھ اپنے منہ سے بہنے والی رال پونچھ رہا تھا، پھر اس نے مسافروں سے بھیک مانگنی شروع کی۔ وہ انھیں ڈرا رہا تھا کہ اسے بھیک نہ دینے کی صورت میں وہ ان کے لیے بددعا کرے گا اور بس راستے میں الٹ جائے گی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ مستجاب الدعوات ہے اور اس کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

بظاہر سعید جس خاندان میں پلا بڑھا تھا، وہ اولیاء، ابدالوں اور غوث الاعظموں کی کرامات کا بے حد قائل تھا۔ ملنگ کی بات سن کر وہ کچھ مضطرب ہوا اور گھبرا گیا۔ اس نے عادل سے کہا کہ ملنگ بابا کو کچھ دینا چاہیے۔ کہیں بس نہ الٹ جائے۔ اس کا خیال تھا کہ بھکاری (عبدالکریم ابو شطہ) بڑے مبارک درویشوں اور مستجاب الدعوات لوگوں میں سے ہے۔ عادل کو تعجب ہوا۔ وہ کہنے لگا: ”بات یہ ہے کہ اہل سنت اولیاء کی کرامات کے قائل تو ہیں بشرطیکہ جھوٹی درویشی کرامات نیکو کار اور پرہیزگار لوگوں سے صادر ہوں۔ وہ چھپ کر نیک عمل کرتے ہیں۔ اس جیسے مجذوبوں کی طرح نہیں جو دین کے نام پر مال بٹورتے پھرتے ہیں۔“

سعید نے بلند آواز سے کہا: ”ایسا مت کہو۔ اس کے ہاتھوں ظاہر ہونے والی



شیخ برکات کا مزار

غور کریں شیطان نے کس طرح مشرکین کی عقلیں ماؤف کر دی ہیں۔ انھیں زمین و آسمان کے رب کی عبادت سے ہٹا کر مردوں بلکہ مٹی اور بوسیدہ ہڈیوں کی تعظیم پر لگا دیا ہے۔ کسی بت، شجر و حجر یا قبر کی تعظیم شروع شروع میں چند چھوٹی چھوٹی باتیں پھیلانے سے شروع ہوتی ہے۔ مثلاً: اس قبر سے زائرین کو بہت فائدہ حاصل ہوا ہے، جو اس سے دعا کرے گا، یہ اس کی سفارش کرے گا وغیرہ۔ یہاں تک کہ لوگوں میں صاحب قبر کی جھوٹی کرامات پھیل جاتی ہیں جو آہستہ آہستہ لوگوں کے نزدیک حقیقت کا روپ دھار لیتی ہیں۔ پھر شرک کی مختلف شکلیں ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ قبر کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر صاحب قبر سے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ قبر حقیقی ہو یا جعلی، مشرکین کو تو بس پوجا پاٹ سے غرض ہوتی ہے۔

مجھے یہاں شیخ برکات کے مزار کا واقعہ یاد آ رہا ہے جو ایک آدمی نے بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ دونو جوانوں عادل اور سعید کو پیش آیا۔ دونوں نے یونیورسٹی سے گریجویشن کی، پھر دونوں اکٹھے ایک سکول میں ٹیچر لگ گئے۔ یہ سکول جس گاؤں

کرامات کی باتیں چھوٹے بڑے کی زبان پر ہیں۔ دیکھ لینا ابھی ہم بس میں ہوں گے کہ یہ بس سے اتر کر پیدل ہم سے پہلے اگلے گاؤں پہنچ جائے گا اور وہاں ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔ جی ہاں! یہ کرامت ہے۔ کیا تم کرامتوں کے منکر ہو؟“

عادل: ”میں کرامات کا بالکل منکر نہیں۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے ہاتھوں چاہے کرامت دکھا سکتا ہے۔ لیکن اگر کرامات کا مطلب یہی ہے کہ زندوں اور مردوں کو اللہ کا شریک بنایا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرح پیدا کر سکتے ہیں۔ ان کا بھی حکم چلتا ہے۔ وہ بھی کائنات میں تصرف کر سکتے ہیں۔ ہم ان سے ڈرنے بھی لگیں اور ان کے غصے سے بچنے میں عافیت جانیں تو میں کرامات کو نہیں مان سکتا۔“

سعید: ”اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم شیخ احمد ابوسرور کی اس کرامت کی تصدیق نہیں کرتے کہ وہ عرفات سے استنبول آئے، اپنے گھر والوں کے ساتھ کباب تناول کیے اور راتوں رات واپس عرفات پہنچ گئے؟“

عادل: سعید بھائی! کیا یونیورسٹی میں تم نے یہی کچھ سیکھا ہے؟“

سعید: ”شاید ہم نے غلط موضوع چھیڑ لیا ہے۔“

عادل: ”میں مذاق نہیں کر رہا۔ میں یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ عوام کی بیان کردہ خرافات پر قرآن و حدیث کی طرح اعتقاد رکھا جائے۔“

سعید: ”لیکن یہ کرامات صرف عوام بیان نہیں کرتے۔ ہمارے بڑے بڑے اساتذہ بہت دفعہ قبروں اور مزاروں کی کرامات کا ذکر کر چکے ہیں۔“

عادل: ”ٹھیک ہے، سعید بھائی! اگر میں تمہارے سامنے عملی دلیل پیش کروں کہ یہ سارے مزار اور قبریں جھوٹی ہیں۔ اکثر قبریں حقیقی نہیں نہ ان میں کوئی مدفون ہوتا ہے اور وہ ولی بھی نہیں ہوتا۔ یہ تو صرف افواہیں ہوتی ہیں یا پھر دھوکا فریب جو لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور وہ اس کو سچ ماننے لگتے ہیں۔ بولو تمہیں اس کا تماشا دکھا دوں تو تم کیا کہو گے؟“

یہ سن کر سعید غصے میں آ گیا اور اعوذ باللہ کی تکرار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر دونوں خاموش رہے۔ بس چلتی رہی۔ گاؤں کا چوک آ گیا۔ عادل نے سعید کی طرف دیکھا اور کہا: ”سعید! کیا اس چوک پر قبر یا مزار ہے؟“

سعید: ”نہیں! یہ عقل مندی تو نہیں کہ کسی ولی کو بیچ چوراہے کے دفنا دیا جائے۔“

نیک ولی کئی برسوں سے ہمارے ہاں مدفون ہیں۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا رتبہ ہے جبکہ ان سے دستگیری چاہنے والے بہت کم ہیں۔

سلیم حجام نے جلدی سے قبر کی جگہ دریافت کی۔ انہوں نے بتایا کہ گاؤں کے باہر گول چوک کے پاس ان کی قبر ہے۔

حجام: ”اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے گاؤں کو بھی ایک ولی سے نوازا ہے۔ میری تو بڑے عرصے سے تمنا تھی۔ یہ کوئی اچھی بات تو نہیں کہ قریبی قبضوں میں تو دسیوں نیک بزرگ دفن ہیں لیکن ہمارے ہاں ایک بھی نیک آدمی کی قبر نہیں۔“

عادل کہنے لگا: ”سلیم صاحب! شیخ برکات کا شمار بڑے بڑے صلحاء میں ہوتا ہے اور اللہ کے ہاں ان کا بڑا مقام تھا۔“

حجام نے خوشی سے چلا کر کہا: ”پھر تو آپ کو شیخ برکات کے بارے میں ساری معلومات ہوں گی۔“

بس پھر کیا تھا، پورے گاؤں میں آگ کی طرح یہ خبر پھیل گئی۔ لوگ اکثر شیخ

عادل: ”اگر ہم گاؤں میں مشہور کر دیں کہ اس چوراہے میں کسی ولی کی پرانی قبر تھی جس کے نشانات مٹ گئے ہیں تو کیسا رہے گا؟ ہم اس ولی کی کرامات اور اس کے مستجاب الدعوات ہونے کا ایک قصہ گھڑ لیتے ہیں، پھر دیکھتے ہیں کیا لوگ اسے تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ مجھے تو یقین ہے لوگ اس افواہ کو حقیقت پر محمول کریں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگلے سال تک لوگ مزعومہ قبر پر مزار بھی تعمیر کر دیں، پھر اللہ کو چھوڑ کر اسے پکارنا شروع کر دیں گے، حالانکہ اس کی حقیقت مٹی کے ڈھیر سے زیادہ نہیں ہوگی۔ زمین کے نیچے تک کھدائی کریں گے تو بھی انہیں کچھ نہیں ملے گا۔“

سعید: ”ارے چھوڑو، لوگ اتنے بے وقوف بھی نہیں؟“

عادل: ”میرے ساتھ تعاون کرو تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ معلوم ہوتا ہے تم نتائج سے خوفزدہ ہو۔“

سعید: ”نہیں ڈر کی تو کوئی بات نہیں لیکن میں اس کام سے مطمئن نہیں۔“

عادل: ”تم رضا مندی ظاہر کر رہے ہو تو ہم فرضی قبر والے کا نام شیخ برکات رکھ دیتے ہیں۔“

سعید: ”ٹھیک ہے جیسے تم چاہو۔“

عادل اور سعید میں اتفاق ہو گیا کہ سکول میں اور جاموں کی دکانوں پر یہ افواہ پھیلا دی جائے۔ حجام کی دکان خبریں پھیلانے کا بہترین ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ دونوں گاؤں پہنچے تو بس سے اتر کر سیدھے سلیم حجام کی دکان پر گئے اور وہاں موجود لوگوں کے سامنے اولیاء کے تذکرے چھیڑ دیے اور یہ بھی بیان کیا کہ ایک

عقلیں غیروں کے سپرد نہ کرو۔ تم لوگ سمجھدار اور تعلیم یافتہ ہو۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ جب بھی کوئی تمہیں کسی قبر یا مزار کی خبر دے یا شیطان نیند میں تمہاری عقلوں سے کھیلے تو تم اسے سچ مان لو۔“

اب سکول کا پرنسپل بھی گفتگو میں شامل ہو گیا اور کہنے لگا: ”شیخ برکات کی صفات والی شخصیت موجود ہے اور یہ یقینی امر ہے۔ کل ان کے بارے میں اخبار میں جو کالم چھپا تھا، کیا آپ نے نہیں پڑھا؟“

یہ سن کر سعید کو بہت تعجب ہوا اور پوچھا: ”اخباروں کے کالموں تک بات پہنچ چکی ہے؟ بتائیں اخبار نے کیا لکھا ہے۔“

پرنسپل نے کہا: ”کالم کا عنوان تھا: ”شیخ برکات کی قبر کی دریافت۔“

آگے لکھا ہے: ”شیخ برکات 1100ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ نے کثیر علماء سے کسب فیض کیا۔ ایک معرکے میں صلیبیوں کے خلاف ترک لشکر میں شامل تھے۔ گھسان کارن پڑا۔ انہیں جوش آ گیا۔ انہوں نے دشمن پر پھونک ماری۔ پھونک کے نتیجے میں ہوا کا بہت بڑا بگولا اٹھا اور دشمن کو اپنے ساتھ اڑا لے گیا۔ یوں صلیبی لشکر سو میٹر تک ہوا میں اڑتا گیا اور پھر وہ سب مردود خون میں لت پت زمین پر آ رہے۔“

سعید: ”ماشاء اللہ! صحافی نے شیخ برکات کے بارے میں اتنی تفصیلی معلومات

برکات کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ اور تو اور اسے خوابوں میں بھی دیکھنے لگے۔ اپنی مجلسوں میں شیخ برکات کے بلند وبالا قد، بڑی پگڑی اور دیگر بے شمار کرامتوں کا ذکر کرنے لگے۔ ایک آدمی نے یہ کرامت گھڑی کہ جب وہ اذان کے لیے گھر سے نکلتے تھے تو مسجد کا مینار خود ان کی طرف جھک جاتا تھا۔

اسی طرح سکول میں بھی اساتذہ کے درمیان شیخ برکات ہی موضوع بحث بنا ہوا تھا۔ معاملہ حد سے بڑھتا نظر آیا تو سعید سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ تمام اساتذہ سے مخاطب ہو کر بلند آواز سے بولا: ”عقل مندو! ان خرافات کو چھوڑو۔“

اس پر سب اساتذہ نے یک زبان ہو کر کہا: ”کیا یہ خرافات ہیں؟ کیا شیخ برکات کی قبر کا کوئی وجود نہیں؟“

سعید: ”شیخ برکات کا کوئی وجود نہیں۔ ان کی قبر کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ تو محض ایک افواہ تھی۔ گول چوک پر تو صرف مٹی ہی اکٹھی کی ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شیخ ہے نہ ولی اور نہ وہ قبر ہے۔“

یہ سن کر سب اساتذہ بھٹا اٹھے اور کہنے لگے: ”اللہ کے بندے! کیا کہہ رہے ہو؟ شیخ برکات کے بارے میں کچھ کہنے کی تمہیں جرأت کیسے ہوئی؟ گاؤں کی مغربی جانب کا چشمہ شیخ برکات ہی کے ہاتھ سے پھوٹا تھا اور اسی نے.....“

سعید شور بڑھ جانے کی وجہ سے پریشان تو ہوا لیکن سنبھل کر بولا: ”اپنی



”شیخ برکات، کرامات، یہ سب کیا معاملہ ہے؟ کیا انھیں عقل تسلیم کرتی ہے؟ یا یہ غیر معقول باتیں ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ سب لوگ ہی غلط کہتے ہوں؟ کیا اخبار بھی جھوٹ لکھتے ہیں؟“

انتہائی تعجب کی بات ہے، کل ہی ان مشائخ نے بستی کے گول چوک میں شیخ برکات کا چہوترا بنایا اور محفل منعقد کی۔ لیکن شیخ برکات کا افسانہ تو عادل نے گھڑا تھا، پھر کیا یہ ممکن ہے کہ ان سب کی مت ماری گئی ہو؟ یہ نہیں ہو سکتا..... یہ نہیں ہو سکتا۔“

استاد سعید کے ذہن میں ایک اور خیال گونجنے لگا کہ ممکن ہے شیخ برکات واقعی موجود ہوں۔ ہو سکتا ہے عادل صاحب ان کے بارے میں پہلے سے جانتے ہوں لیکن انھوں نے دانستہ اسے اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہو کہ انھوں نے شیخ برکات کا قصہ گھڑ لیا ہے۔ سعید نے اس کے بارے میں سوچا اور شیطان سے اللہ کی پناہ بھی مانگی تاکہ یہ سوچ اس کے ذہن سے نکل جائے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اگلے دن اسکول میں بھی اس موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ سالانہ امتحان ہونے والے تھے۔ امتحانات کے بعد گرمیوں کی چھٹیوں کے ساتھ ہی شیخ برکات

کہاں سے حاصل کیں؟“
پرنسپل: ”یہ حقائق ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اس نے اپنے باپ کے گھر سے حاصل کیے ہوں گے؟ یہ تو تاریخی حقائق ہیں۔“
سعید: ”لیکن یہ دعویٰ تو دلیل کا متقاضی ہے اور دلیل مدعی کے ذمے ہوتی ہے۔ مجھے اور آپ سب کو اس دعوے کی جانچ پڑتال کر لینی چاہیے ورنہ ہر کوئی جو چاہے دعویٰ کرتا پھرے گا اور یوں قبروں کی دریافت اور اولیاء اور ان کی کرامات کے فرضی قصے عام ہوتے جائیں گے۔“

پھر سعید نے بلند آواز سے کہا: ”بھائیو! حقیقت یہ ہے کہ شیخ برکات کی قبر کا قصہ من گھڑت اور جھوٹی افواہ ہے۔ میں نے اور عادل صاحب نے یہ قصہ گھڑا تھا۔ ہمارا مقصد لوگوں کے عقیدے کی خرابی اور ان کی جہالت کا حال جاننا اور یہ معلوم کرنا تھا کہ ان میں بات کی تحقیق کا مادہ پایا جاتا ہے یا نہیں۔ عادل صاحب آپ کے پاس بیٹھے ہیں، پوچھ لیجیے۔“

اب سب لوگ عادل کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: ”عادل صاحب بھی تمہاری طرح لڑائی پسند ہیں اور ہر مسئلے پر دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔ انھیں بھی اولیاء و صالحین سے چڑ ہے۔ تم اور عادل جو بھی دعویٰ کر لو ہم نہیں مانتے۔ ہمیں تو یقین ہے کہ شیخ برکات ہمارے باپ دادا کے زمانے سے ہیں جبکہ دنیا اولیاء و صالحین اور ان کے آستانوں سے خالی نہیں۔ اللہ ہمیں گمراہی سے محفوظ رکھے۔“
عادل اور سعید خاموش رہے۔ اسی اثنا میں گھنٹی بجی اور سب اساتذہ اپنی اپنی کلاسوں میں چلے گئے۔ سعید ہکا بکا رہ گیا اور خود کلامی کے انداز میں کہنے لگا:



قبروں کے منظر

نذرو نیاز

بہت سے قبر پرست بکریاں، گائیں، چینی، قہوہ اور چائے کی پتی اپنے ساتھ لیے مزاروں پر جاتے ہیں۔ کچھ مشرکین اپنے ساتھ پکا پکایا کھانا اور نقد رقوم بھی لے جاتے ہیں تاکہ مزار والے کا قرب حاصل کرنے کے لیے یہ چیزیں اس کی نذر کی جاسکیں۔ اس کی خوشنودی کے لیے قبر پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ لوگ قبر کا طواف کرتے ہیں۔ وہاں کی مٹی منہ پر ملتے ہیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ بعض مقامات پر شرک میں مبتلا لوگ مردوں اور قبروں میں مدفون لوگوں کے ناموں کی قسمیں اٹھاتے ہیں۔ اگر کوئی قسم اٹھانا چاہے تو اس سے اللہ کی قسم قبول نہیں کریں گے بلکہ اگر وہ اللہ کی قسم اٹھالے اور کہے: واللہ العظیم (اللہ عظیم کی قسم) یا کہے: أقسم باللہ۔ (میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں) تو لوگ اس کی قسم قبول کرتے ہیں نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اگر ولی یا پیر کے نام کی قسم اٹھائے تو فوراً قبول کرتے اور اس آدمی کو سچا جانتے ہیں۔

کا موضوع ٹھنڈا پڑ گیا کیونکہ ہر استاد اپنے علاقے میں جا چکا تھا۔ اگلے سال عادل اور سعید دونوں قصبے کے اسکول جانے کے لیے بس میں سوار تھے۔ عادل صاحب تو اس واقعے کو بھول چکے تھے، حالانکہ انھی نے اسے ہوا دی تھی اور افسانہ گھڑ کر لوگوں کے درمیان پھیلایا تھا۔ لیکن قصبے کے گول چوک کے پاس پہنچ کر جب انھوں نے استاد سعید پر نگاہ ڈالی تو وہ منہ میں کچھ دعائیں اور اذکار پڑھ رہے تھے۔ اور جب بس گول چوک کے پاس پہنچی تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ انھوں نے دیکھا کہ شیخ برکات کی فرضی قبر پر ایک عالی شان عمارت قائم ہے اور اس کے پہلو میں ترکی طرز تعمیر کی بہت بڑی مسجد بنی ہوئی ہے۔

استاد عادل کی ہنسی نکل گئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ لوگ سادہ لوح اور بے وقوف ہیں اور شیطان ان کے درمیان شرک پھیلانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ عادل نے سعید کی طرف توجہ کی تاکہ وہ بھی (لوگوں کی بے وقوفی پر) ہنسیں۔ لیکن سعید صاحب تو اٹے دعاؤں میں منہمک تھے۔ انھوں نے ڈرائیور سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ تھوڑی دیر بس وہیں روک لے، پھر ہاتھ بلند کر کے شیخ برکات کے لیے فاتحہ خوانی کرنے لگے۔¹

¹ یہ مکالمہ عربی مجلہ البیان سے مختصراً لیا گیا ہے۔

نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ بعض قبروں کا حج کیا جاتا ہے اور اس کے لیے خاص مناسک اور طریقے وضع کر لیے گئے ہیں۔ ایک غالی مشرک نے تو اس پر کتاب بھی لکھ ماری ہے اور نام رکھا ہے: مناسک حج المشاہد ”مزاروں کے حج کے احکام۔“ یوں انھوں نے قبروں کو بیت اللہ الحرام کے مشابہ قرار دے دیا ہے۔ انھوں نے مزاروں کی زیارت کے آداب بھی گھڑ لیے ہیں، مثلاً: مزار کی زیارت کے وقت بابے کے احترام میں جوتے اتارنا اور چوکیدار کی اجازت کے بغیر قبے میں داخل نہ ہونا۔ مزار کا مجاور زائرین کو قبر کا طواف کراتا ہے جیسے بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ۔

زائرین قبر اور مزار سے مختلف طریقوں سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ بعض قبر کی مٹی کو تبرک سمجھ کر ساتھ لے جاتے ہیں۔ بعض لوہے کے جنگلے کو ہاتھ لگا کر اپنے منہ، جسم اور کپڑوں پر ملتے ہیں۔

مزار کے اندر داخل ہوں تو وہاں غیر اللہ کی عبادت کا عجیب نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ کوئی تو بابے سے دعا مانگ رہا ہے، کوئی اپنے کسی کام میں مدد طلب کر رہا ہے اور کوئی الحاج وزاری میں لگا ہوا ہے۔ عورتیں بھی چھوٹے بچوں کو اٹھائے ہوتی ہیں۔ انھیں قبر کی طرف کر کے ہلاتی ہیں اور صاحب قبر سے بچے کے لیے برکت چاہتی ہیں۔

یہ منظر بھی دیکھنے کو ملے گا کہ بعض لوگ قبر کی طرف منہ کر کے سجدہ کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان مزاروں پر نذر و نیاز بھی پیش کرتے ہیں۔ بعض لوگ حصول شفا یا حاجت براری کے لیے مزار پر کئی کئی دن بلکہ مہینوں اعتکاف کرتے

دے سکتا تھا۔

موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے: ”جب اسلام غالب ہو گیا تو مختلف قبائل اپنے اپنے وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجنے لگے تاکہ نبی ﷺ کے روبرو اسلام کا اعلان کر سکیں۔ بنو ثقیف کے تقریباً تیرہ آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انھیں مسجد میں ٹھہرایا تاکہ وہ قرآن بکثرت سن سکیں۔ جب وہ اسلام کا اعلان کرنے لگے تو ایک دوسرے کے منہ دیکھنے اور اپنے بت کو یاد کرنے لگے۔ انھوں نے اس کا نام رَبَّہ رکھا ہوا تھا۔ انھوں نے نبی ﷺ سے سود، زنا اور شراب کے بارے میں سوالات کیے۔ آپ نے یہ سب چیزیں حرام قرار دے دیں، پھر انھوں نے رَبَّہ کے متعلق پوچھا کہ آپ اس کا کیا کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے توڑ دو۔“ وہ کہنے لگے: ”ناں، نآن، رَبَّہ کو معلوم ہو گیا کہ آپ اسے توڑنا چاہتے ہیں تو وہ ثقیف اور اس کے قرب و جوار کے سب لوگوں کو قتل کر دے گا۔“ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ”پاگلو! تم کتنے جاہل ہو! رَبَّہ بت تو پتھر ہے۔“ وہ بولے: ”خطاب کے بیٹے! ہم اسلام قبول کرنے آپ کے پاس نہیں آئے۔“ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگے: ”اے اللہ کے رسول! آپ اسے گرا دیں۔ ہم تو کبھی ایسا نہیں کر سکتے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ٹھیک ہے۔ میں کچھ ساتھی بھیج دیتا ہوں جو اس بت کو گرا دیں گے۔“ پھر انھوں نے واپس جانے کی اجازت چاہی۔ وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور انھیں اسلام کی دعوت دی تو سب مسلمان ہو گئے۔ بت کا خوف ابھی تک ان کے دلوں میں جاگزیں تھا۔

ہیں۔ بعض مزاروں میں اس مقصد سے آنے والے زائرین کے لیے مخصوص کمرے بھی مختص ہیں۔

قبروں کے زائرین پر بے انتہا خشوع و خضوع طاری ہوتا ہے۔ بعض تو رونا بھی شروع کر دیتے ہیں۔ قبروں میں مدفون یہ اللہ کے سوا ان کے معبود اور داتا بن چکے ہیں۔

آج کے مشرکین اور سابقہ مشرکین کے دل مل چکے ہیں۔ فرق صرف یہ پڑا ہے کہ وہ انسانوں کے ناموں اور ان کی شکلوں کے بت تراش لیتے تھے اور آج کے مشرک فوت شدہ آدمیوں کو زمین میں دفنا کر ان کی پوجا شروع کر دیتے ہیں۔ قبروں میں مدفون یہ لوگ تو اپنی مدد نہیں کر سکتے کسی کو کیا فائدہ دیں گے!

قبروں کے پجاریوں کا حال عہد نبوی میں بنو ثقیف کے وفد جیسا ہے۔ وہ لوگ مسلمان ہو کر بھی بت سے ڈر رہے تھے، حالانکہ وہ کوئی نقصان یا نفع نہیں



خالد بن ولید اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما صحابہ کی ایک جماعت کے ہمراہ ان کے پاس پہنچے اور بت کی طرف گئے۔ وہاں مردوں، عورتوں اور بچوں کا جم غفیر تھا اور وہ سب کانپ رہے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ اس بت کو توڑا نہیں جاسکتا۔ جو بھی اسے ہاتھ لگائے گا یہ اسے قتل کر دے گا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کلہاڑا پکڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے: ”اللہ کی قسم! میں تمہیں ثقیف پر ہنساؤں گا۔“ انھوں نے کلہاڑے کی ضرب لگائی اور اپنی ٹانگ کو جھٹکتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا تو چیخ اٹھے اور کہنے لگے: ”بت نے اسے قتل کر دیا۔“ پھر انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہا: ”اب تم ذرا اس کے قریب ہو کر دکھاؤ؟“ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ اپنے خیال میں بت کی کامیابی پر خوش ہیں تو کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: ”اے بنو ثقیف! بت کی پوجا کرنا تو کمینگی ہے۔ یہ تو پتھروں اور اینٹوں سے بنا ہوا ہے، یہ کچھ بھی نہیں کر سکتا، لہذا تم اللہ کی عافیت قبول کر لو اور اسی کی عبادت کرو۔“ انھوں نے بت پر دوسری ضرب لگائی اور اسے توڑ دیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام بت خانے کی چھت پر چڑھ گئے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔¹

¹ دلائل النبوة للبيهقي: 302-303، والبداية والنهاية: 5/35-36.



شرک کی ابتدا کیسے ہوئی؟

نوح علیہ السلام کی قوم میں سب سے پہلے شرک آیا۔ اس سے پہلے لوگ توحید پر کار بند تھے، اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے۔ روئے زمین پر شرک کا نام و نشان نہیں تھا۔ قوم نوح میں پانچ نیک بزرگ تھے جن کے نام وڈ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ یہ نیک بزرگ خود بھی ایک اللہ کے عبادت گزار تھے اور لوگوں کو بھی توحید ہی کا درس دیتے تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے تو قوم کو ان کی جدائی بہت شاق گزری۔ کہنے لگے: ”جو لوگ ہمیں عبادت کی فضیلت بتاتے تھے اور اللہ کی اطاعت کا حکم دیتے تھے، وہ تو گزر گئے۔“ شیطان نے انھیں ورغلا یا کہ تم ان کی مورتیاں اور بت بنا لو اور عبادت گاہوں میں نصب کر لو۔ انھیں دیکھو گے تو تمہارا ایمان تازہ ہو گا اور تم خوش دلی سے اللہ کی عبادت کرو گے۔ لوگوں نے شیطان کی یہ بات تسلیم کر لی اور علامت کے طور پر بت بنا لیے تاکہ ان کو دیکھ کر عبادت اور نیکی یاد آجایا کرے۔

امر واقع یہ تھا کہ یہ نسل جب ان بتوں کو دیکھتی تو اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتی۔ وقت گزرتا رہا اور یہ نسل جنھوں نے بت تراشے تھے لیکن ان کی

حکم چلتا ہے۔ یہ مصیبتیں دور کرتے ہیں، دعائیں قبول کرتے ہیں اور حاجات پوری کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ ستارے اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ وہ ان کی دعائیں آگے پہنچاتے ہیں اور انھیں اس دنیا میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہے، پھر اس قوم نے بھی بت بنانے شروع کر دیے۔ کوئی بت ستاروں کی شکل کا تراشتے تو کوئی فرشتوں کی شکل کا۔

ابراہیم علیہ السلام کا باپ بھی بت بناتا اور بیٹوں سے کہتا کہ یہ بیچ آؤ تو وہ بت بیچ آتے۔ وہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی بت بیچنے پر مجبور کرتا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام بت لے کر نکلتے اور آواز لگاتے:

بیچتا ہوں میں بتوں کو آپ لوگوں کے لیے
جو نہیں ہیں کسی کے بھی نفع اور نقصان میں

ابراہیم علیہ السلام کے بھائی اپنے اپنے بت بیچ کر گھر آتے تھے جبکہ ابراہیم علیہ السلام جوں کے توں بت واپس لے آتے۔ آہستہ آہستہ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ اور قوم کو بتوں کی عبادت سے روکنے لگے۔ لیکن انھوں نے آپ کی دعوت پر لبیک نہ کہا۔

عبادت نہیں کی تھی، گزر گئی۔ ان کے بعد ان کی اولاد آئی۔ انھوں نے اپنے آباء کو دیکھا تھا کہ وہ ان مورتیوں کی تعریف اور تعظیم کرتے ہیں کیونکہ یہ انھیں نیک لوگوں کی یاد دلاتی ہیں۔

پھر اگلی نسل آئی تو ابلیس نے ان سے کہا: ”تمہارے آباء و اجداد انھی مورتیوں کی پوجا کرتے تھے۔ جب بھی قحط سالی آتی یا کوئی اور ضرورت پیش آتی، وہ ان بتوں سے التجا کرتے تھے۔ پس تم بھی ان کی پوجا کیا کرو۔“

یوں وہ لوگ مورتیوں کی پوجا کرنے لگے۔ اللہ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت دی۔ بہت کم لوگ ایمان لائے۔ بالآخر کافروں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور انھیں طوفان میں ہلاک کر دیا گیا۔ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کا عبرتناک انجام تھا جو شرک میں مبتلا ہو گئی تھی۔

اب دیکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں شرک کیونکر شروع ہوا۔ وہ لوگ ستاروں اور سیاروں کی پوجا کرتے تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ کائنات میں انھی کا



اسی لیے وہ اپنے اور اللہ کے درمیان صاحب قبر کو وسیلہ و واسطہ بنا لیتا ہے۔

③ شیطان کی دخل اندازی

شیطان قبر پرستوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ جب یہ بزرگ ہستی اللہ کے ہاں بڑی محترم و مکرم ہے تو باری تعالیٰ نے یقیناً اسے اختیارات اور قدرت سے بھی نوازا ہے۔ قبر پرست اپنے دل میں قبر والے کی انتہائی تعظیم کرنے لگتا ہے۔ اس سے خوف کھاتا ہے اور فائدہ پہنچنے کی امید رکھتا ہے۔ اس کے بعد اسے پکارنا شروع کر دیتا ہے اور اس سے مدد طلب کرتا ہے، پھر اس قبر پر عالی شان مسجد، قبہ یا مزار تعمیر کر دیتا ہے اور وہاں فانوس اور قندیلیں روشن

آخر کار ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بت توڑ دیے تو قوم نے آپ کو دہتی آگ میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگ سے بچا لیا۔

شُرک کے وارث

یہ تھا حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی قوموں کا احوال! اس پس منظر میں ہم آج کے قبر پرستوں کا جائزہ لیتے ہیں کہ قبر یا مزار سے ان کا واسطہ کیسے پڑا۔ اور اس واسطے یا تعلق نے انھیں شرک تک کیونکر پہنچا دیا۔ اس کے تین مرحلے ہیں۔

① نیک اور متقی لوگوں کی تعظیم و تقدیس

شروع میں قبر پرست صاحب قبر کو متقی اور مقدس سمجھتے ہیں۔

② قبر کی زیارت

پھر بتدریج اس قبر کی زیارت کو نیکی سمجھا جانے لگتا ہے۔ یہ زیارت موت یا آخرت کی یاد کے لیے نہیں ہوتی۔ اس نیک بزرگ کی یاد کے لیے ہوتی ہے۔ اسے اللہ کے ہاں بڑا معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اس کی قبر پر جا کر اللہ سے دعائیں مانگی جاتی ہیں تاکہ وہ اس کی برکت سے قبول ہو جائیں، پھر بات آگے بڑھتی ہے اور اللہ کے ہاں سفارش کے لیے اسے واسطہ اور وسیلہ بنا لیا جاتا ہے کیونکہ قبر پرستوں کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی ہوتی ہے کہ یہ بزرگ بڑے پاک باز اور محترم ہستی ہیں۔ انھیں اللہ کے ہاں بڑا قرب اور بلند مرتبہ حاصل ہے۔

درمیان کیا فرق ہے؟ کوئی فرق نہیں۔ بس صاحب قبر کی طرف توجہ ہونی چاہیے یا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ یہ کوئی نفع و نقصان دے سکتا ہے یا دولت دے سکتا ہے اور اللہ کے ہاں سفارش کر سکتا ہے۔

قبر پرستوں کی حالت ابو رجاء عطار دی رضی اللہ عنہ کے قصے کے ساتھ کس قدر مماثلت رکھتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ”ہم جاہلیت میں بتوں، پتھروں اور درختوں کی پوجا کرتے تھے۔ ہم میں سے کوئی کسی پتھر کی پوجا کرتا۔ جب اسے اس سے زیادہ خوبصورت پتھر نظر آتا تو پہلے پتھر کو پھینک دیتا اور دوسرے کی پوجا کرنے لگتا۔ عبادت کے لیے کوئی پتھر نہ ملتا تو مٹی کی ڈھیری بنا کر اس پر بکری کا دودھ دوہتے اور اس کا طواف کر لیتے۔ ایک مرتبہ ہم سفر میں تھے اور ہمارے ساتھ ہمارا معبود بھی تھا جس کی ہم پوجا کرتے تھے۔ وہ ایک پتھر تھا جسے ہم اپنی خرجین (تھیلا) میں رکھتے تھے۔ کھانا پکانے کے لیے آگ جلاتے اور چولہا بنانے کے لیے تیسرا پتھر نہ ملتا تو اپنے معبود کو تیسرے پتھر کی جگہ رکھ لیتے اور کہتے: ”جب یہ آگ کے قریب ہوگا تو

کرتا ہے۔¹

مزید براں مزار پر پردے لٹکائے جاتے ہیں، سجدے کیے جاتے ہیں، طواف کیا جاتا ہے، حجر اسود کی طرح قبروں کو چوما جاتا ہے، بیت اللہ کی طرح ان کا حج ہوتا ہے اور وہاں جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔

معاملہ مزید آگے بڑھتا ہے اور قبروں والوں کے متعلق کرامات اور قصے گھڑے جاتے ہیں۔ فلاں عورت نے یہاں آ کر دعا کی تو اس کا پسندیدہ خاوند اسے مل گیا۔ فلاں عورت نے دعا کی تو اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ اسی طرح کے من گھڑت واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں جس نے مزار کی چوکھٹ ہی کی زیارت کر لی، وہ بھی نامراد نہیں ہوتا۔ گویا جو شخص ان مقدس مزاروں اور آستانوں کی زیارت کر لے، اس کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ٹھہرتا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ!

ایک تاجر سے کسی نے پوچھا: ”تم گاہکوں کو مزار والے بزرگ کی قسمیں دیتے ہو۔ اللہ کی قسم کیوں نہیں دیتے؟“

تاجر کہنے لگا: ”گاہک اللہ کے نام کی قسم پر راضی نہیں ہوتے جبکہ بزرگ کے نام کی قسم پر راضی ہو جاتے ہیں۔“

یوں وہ لوگ اللہ کی تعظیم سے بڑھ کر صاحب مزار کی تعظیم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

جب معاملہ اللہ کو چھوڑ کر مخلوق کی پوجا کا ہے تو پھر مٹی کی ڈھیری اور پتھر اور لکڑی کے بتوں، یا مزار اور قبر یا مورتیوں اور بتوں یا کسی بھی قسم کی مخلوق کے

اور یہی وہ چیز ہے جس نے قبر پرستوں کو کھلی بت پرستی پر لگا رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک ہے نہ یہ ڈھکی چھپی بات ہے۔



1 بجلی کی آمد سے پہلے مٹی کے دیے روشن کیے جاتے تھے۔ آج کل بڑے بڑے برقی فانوس اور قیمتی جگمگاتے ہیں۔ بعض قبر پرستوں کے متعلق بچپن کے واقعات یاد پڑتے ہیں کہ ان سے اگر کوئی دم کراتا تو وہ شرط لگاتے کہ پانچ آنے (30 پیسے) کا تیل مسجد میں یا کسی قبر پر دیے میں ڈال آؤ۔ 2 الزمر 39:3.

زیادہ حرارت مہیا کرے گا۔“

ایک دن ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور خرچین سے مقدس پتھر نکال کر چولھا بنانے کا کام لیا، پھر جب ہم نے کوچ کیا تو ہماری قوم کے ایک آدمی نے آواز لگائی: ”لوگو! تمہارا رب کھو گیا ہے، اسے تو تلاش کر لو۔“ ہم اونٹوں پر سوار ہوئے اور لگے ڈھونڈنے اپنے رب کو۔ ابھی تلاش کر ہی رہے تھے کہ ہماری قوم کا ایک فرد کہنے لگا: ”مجھے تمہارا رب یا اسی جیسا کوئی پتھر مل گیا ہے۔“ میں اپنے پڑاؤ میں واپس آیا تو دیکھا کہ پوری قوم پتھر کے اس بت کو سجدہ کیے ہوئے ہے۔ ہم بھی اس کے پاس پہنچے اور وہاں ایک اونٹ ذبح کیا۔“

اسلام سے پہلے کی جاہلیت بھی عجیب شے تھی مگر آج کی جاہلیت اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ پتھر کے بت کی پوجا کرنے والے اور قبر کی پوجا کرنے والے میں آخر کیا فرق ہے۔

اسی طرح جو شخص اپنی حاجتیں بتوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور جو بوسیدہ ہڈیوں سے مرادیں مانگتا ہے، ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ نیز جو اولیاء کی قبروں کی پوجا پاٹ میں لگا ہے اور جو پانی اور مٹی کو پوج رہا ہے، ان میں کیا فرق ہے؟ ان سب کا دعویٰ یہی ہے:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ﴾

”ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب تر کر دیں۔“ 2



چار اعتراضات

پہلا اعتراض

بعض قبر پرست، جو قبر پرستی کے داعی بھی ہیں، کہتے ہیں: ”تم ہمیں خواہ مخواہ برا کہتے ہو۔ ہم مردوں کو تھوڑا ہی پوجتے ہیں! ان قبروں میں تو اللہ کے نیک بندے مدفون ہیں۔ اللہ کے نزدیک ان کا بڑا مقام و مرتبہ ہے۔ دراصل وہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرتے ہیں۔

ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ وہی مشرکین عرب کا سا شرک ہے جو بتوں کی عبادت کرتے تھے۔

مشرکین عرب بھی توحید الہی کے قائل تھے۔ وہ مانتے تھے کہ انسانوں کا خالق، رازق اور کائنات کی تدبیر کرنے والا اللہ وحدہ لا شریک ہی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَرَ
وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَبِيتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدْبِرُ

الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱﴾

”(اے نبی!) کہہ دے: تمہیں آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور کون (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے؟ تو وہ (کافر) ضرور کہیں گے: اللہ۔ پس کہہ دے: کیا پھر تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟“¹

اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ان سے لڑائی کی اور ان کے خون کو حلال سمجھا، اس لیے کہ انہوں نے ایک اللہ کی ربوبیت کا اقرار نہیں کیا تھا اور وہ عبادت کی تمام اقسام اللہ کے لیے نہیں بجالاتے تھے۔

قرآنی آیات اور احادیث نبوی میں بیان کیا گیا ہے کہ شرک یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک کیا جائے۔ وہ شریک چاہے بت ہو یا پتھر، کوئی نبی ہو یا ولی، یا کوئی قبر۔

یوں شرک کی تعریف یہ ہوئی کہ ہر وہ کام جو اللہ کے لیے خاص ہے، کسی غیر کے لیے بجالایا جائے۔ غیر خواہ جاہلیت کا کوئی بت ہو یا مورتی ہو یا اسے آج کی طرح کسی ولی کی قبر اور مزار کہتے ہوں۔

مشرکین کی عمومی حالت کے پیش نظر آج بھی کوئی نیا فرقہ یا نئے لوگ آجائیں اور دعویٰ کریں کہ اللہ کے بیوی بچے ہیں تو قرآن کی رو سے انہیں بھی نصاریٰ کہا جائے گا اور ان پر وہی آیات منطبق ہوں گی جو نصاریٰ کے بارے میں اتری ہیں، خواہ وہ لوگ اپنے آپ کو نصرانی نہ کہلاتے ہوں، اس لیے کہ یہ

دونوں ایک ہی حکم میں آتے ہیں۔ اسی طرح سابقہ زمانوں کے اور آج کے قبر پرست ایک ہی حکم کے تحت ہوں گے۔

دوسرا اعتراض

بعض قبر پرست کہتے ہیں: ”ہم تو محض حصول شفاعت کے لیے اولیاء اور صالحین کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ بہت نیک تھے۔ دن کو روزہ رکھتے تھے، راتوں کو اٹھ کر روتے تھے۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا مقام و مرتبہ تھا۔ ہم ان سے اپنے لیے اللہ کے ہاں سفارش کے طلب گار ہیں۔

ہم ایسے لوگوں سے کہتے ہیں: ”محترم بھائیو! اللہ تمہیں ہدایت دے۔ اللہ کے داعی کی بات سنو اور اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ نے ایسی شفاعت و سفارش کا نام شرک رکھا ہے۔ فرمایا:

﴿مَنْ دُونَ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شَفَعُونَآ عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَتَدْعُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝﴾

”وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان دیتی ہیں اور نہ نفع دیتی ہیں اور وہ کہتے ہیں: یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دے: کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ آسمانوں میں نہیں جانتا اور نہ زمین میں؟ وہ پاک اور بالا ہے ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔“²

ہم انھیں یہ جواب دیں گے کہ ہمارا بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و اولیاء کو شفاعت کا مقام عطا کیا ہے۔ دوسرے لوگوں کی نسبت وہ اللہ کے زیادہ قریب ہیں مگر اللہ نے خود ان سے مانگنے اور دعا کرنے سے منع کیا ہے۔ انبیاء و اولیاء اور شہداء اللہ کے ہاں سفارش ضرور کریں گے مگر اس کا انھیں مطلق اختیار نہیں کہ جس کی چاہیں سفارش کریں اور جسے چاہیں محروم کر دیں۔ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ اللہ کی اجازت کے بعد جس کے لیے اللہ راضی ہوگا اس کے لیے یہ سفارش کریں گے۔³

تیسرا اعتراض

قبر پرستوں کا ایک اعتراض یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے مسلمان قبروں پر عمارتیں، قبے اور مزار بناتے اور وہاں دعائیں اور مناجات کرتے آئے ہیں۔ کیا یہ امت ساری کی ساری باطل پر ہے اور صرف تم حق پر ہو؟ ہم ان سے کہتے ہیں کہ ایسی اکثر قبریں اور مزارات فرضی اور بناوٹی ہیں۔ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ مذکورہ ہستیوں سے ان مزاروں کی نسبت درست نہیں، پھر قبروں پر عمارتیں کھڑی کرنا یا وہاں دعا کرنے کے لیے جانا بدعت ہے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»

”یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔“⁴



چوتھا اعتراض

بعض لوگوں کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈال رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک بھی تو مسجد کے اندر ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ اگر قبر مسجد کے اندر بنانی حرام ہوتی تو آپ ﷺ کو مسجد میں دفن نہ کیا جاتا۔ اسی طرح قبر مبارک کے اوپر قبے پر بھی لوگوں کا اعتراض ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ نبی ﷺ جہاں فوت ہوئے وہیں دفن ہوئے۔ اسی طرح دوسرے انبیاء بھی جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ اس کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کیا گیا تھا، مسجد میں نہیں۔ صحابہ نے آپ کو حجرہ عائشہ میں اس لیے دفن کیا کہ بعد

پرانی مسجد گرا کر نئی مسجد بنانے کا حکم صادر کیا اور یہ بھی حکم دیا کہ مسجد ہر جانب سے وسیع کی جائے جس میں ازواج مطہرات کے حجرے بھی شامل تھے۔ اب کے مشرقی جانب بھی توسیع ہوگئی تو حجرہ عائشہ جہاں نبی ﷺ مدفون ہیں، وہ بھی مسجد میں شامل کر لیا گیا۔ یوں قبر بھی مسجد میں آگئی۔⁶

قبر نبوی اور مسجد نبوی کے بارے میں مذکورہ معلومات حاصل ہونے کے بعد کسی کے لیے درست نہیں کہ وہ صحابہ کے زمانے کے بعد ہونے والی تبدیلی سے کوئی حجت اور دلیل لے کیونکہ یہ تبدیلی احادیث صحیحہ اور صالحین کے نہج کے خلاف ہے۔ اس میں ولید بن عبد الملک سے غلطی ہوئی۔ اللہ سے معاف کرے، اس نے حجرہ نبوی مسجد میں داخل کر دیا۔ حجرے والی جانب چھوڑ کر دوسری اطراف میں اضافہ کیا جاسکتا تھا۔

قبر کے اوپر قبے کے متعلق بھی یہی عرض ہے کہ یہ نبی ﷺ اور صحابہ، تابعین، تبع تابعین یا علماء سلف میں سے کسی نے نہیں بنوایا۔ قبر پر یہ قبہ بعد کے ایک مصری حکمران نے 678ھ میں بنوایا تھا۔ اس مملوک حکمران کا نام سیف الدین فلاوون صالحی ہے جو الملک المنصور کے نام سے معروف تھا۔⁷

میں آنے والے لوگ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔ وہ کہتی ہیں: ”رسول اللہ ﷺ نے آخری بیماری (مرض الموت) میں فرمایا تھا:

”اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا۔“

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی کھلی جگہ ہوتی مگر ڈر تھا کہ اسے سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا۔“⁵

رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں مدفون ہیں، ام المومنین کا گھر مشرقی جانب سے مسجد نبوی سے ملا ہوا تھا۔ کئی سال بعد جب لوگ زیادہ ہو گئے تو صحابہ کرام نے مسجد نبوی کی توسیع کی مگر قبر والی طرف کچھ اضافہ نہ کیا۔ انھوں نے مغرب، شمال اور جنوب کی طرف تو مسجد کو وسعت دی مگر مشرق کی طرف قبر کی وجہ سے مسجد کو وسیع نہ کیا۔

88 ہجری میں، یعنی وفات نبوی سے ستتر سال بعد جبکہ مدینہ کے صحابہ کرام کی اکثریت اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی، اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے



ہمارا اعلانِ حق!

ہم قبر پرستوں سے کہتے ہیں کہ کیا تمہیں معلوم ہے سلفِ صالحین میں سے کسی نے قبروں کو پختہ کیا ہو یا کسی انسان سے کوئی امید لگائی ہو، یا کسی مزار اور قبر پر جا کر گڑ گڑائے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے منہ موڑا ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ سلفِ صالحین نبی ﷺ کی قبر پر یا کسی صحابی کی قبر یا اہل بیت میں سے کسی کی قبر پر حاضر ہوئے ہوں اور وہاں اپنی حاجات پیش کی ہوں یا ان سے اپنی کوئی مصیبت و پریشانی دور کرائی ہو؟

آپ کیا سمجھتے ہیں، کیا شیخِ رفاعی، دسوقی، جیلانی اور بدوی اللہ کے ہاں نبیوں اور رسولوں اور صحابہ و تابعین سے زیادہ مقام و مرتبہ والے ہیں اور کیا ان کا وسیلہ و واسطہ اللہ کے ہاں زیادہ مقبول ہے؟ کیا گنج بخش، غریب نواز اور گنج شکر انبیاء، صحابہ اور تابعین سے زیادہ مقبول بارگاہ ہیں؟

ذرا صحابہ کے عمل پر غور کریں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ میں قحط پڑا

اور بارش نہ ہوئی تو لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے قحط سالی کی شکایت کی۔ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر عید گاہ کی طرف گئے اور انھیں نماز استسقاء پڑھائی، پھر اپنے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی:

”اے اللہ! جب کبھی ہمیں قحط سالی کا سامنا ہوتا تھا تو ہم اپنے نبی کی دعا کو وسیلہ بناتے تھے اور تو ہمیں بارش عطا کرتا تھا۔ اے اللہ! اب ہم تیرے نبی کے چچا کی دعا کا وسیلہ لے کر آئے ہیں۔“

پھر آپ عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”اے عباس! اٹھیں اور اللہ کے حضور دعا کریں کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے۔“ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور لوگوں نے ان کی دعا پر آمین کہا۔ اس دوران میں وہ روتے اور گڑ گڑاتے رہے یہاں تک کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور بارش برسنے لگی۔“⁸

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم سے زیادہ سمجھدار تھے اور نبی ﷺ سے انتہائی محبت کرنے والے تھے اس کے باوجود جب انھیں کوئی حاجت پیش آتی یا ان پر کوئی مصیبت آپڑتی تو نبی ﷺ کی قبر کی طرف نہیں جاتے تھے اور نہ یہ کہتے تھے:

”اللہ کے رسول! اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں۔“

صحابہ کو معلوم تھا کہ میت (فوت شدہ) سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، چاہے وہ نبی مرسل ہو یا مقرب بارگاہ ولی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ جب انھیں حاجت پیش آتی یا وہ کوئی مصیبت دور کرانا چاہتے تو اللہ کے حضور اچھی دعاؤں کا سہارا لیتے تھے۔

نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً
روایت کی ہے:

«مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ وَ

أَشْرَكَ.»

”جس نے غیر اللہ کے نام کی قسم کھائی، اس نے کفر و شرک کیا۔“⁹

اور فرمایا:

«مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمُتْ»

”جس نے قسم کھانی ہو، اللہ کی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے۔“¹⁰

جب کوئی غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو قسم کھانے والا اعتقاد رکھتا ہے کہ جس کے نام کی قسم کھائی گئی ہے، اس کی عظمت اللہ کی عظمت کی طرح ہے۔ یہی شرک اکبر ہے۔ اگر (غیر اللہ کی) قسم کھانے والا یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ جس کے نام کی قسم کھائی جا رہی ہے، وہ اللہ سے کم مرتبہ ہے تو یہ شرک اصغر کہلائے گا۔

مذکورہ بالا وضاحت کے بعد اگر کسی کی زبان پر شرک اکبر یا شرک اصغر

کا کلمہ بغیر کسی قصد کے آجائے تو لا إله إلا الله

اس کا کفارہ ہو جائے گا۔ صحیح بخاری

میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

آج کے ان مسکینوں پر افسوس!
صد افسوس! جو بوسیدہ ہڈیوں پر گرے

پڑتے ہیں اور ان سے اپنی مغفرت اور رحمت

کے طلبگار ہیں۔ اے قوم! تم پر افسوس! کیا تمہیں علم

ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویریں اور مورتیں بنانے سے منع کیا تھا تو کیا مقصد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف تھا کہ مسلمان دوبارہ پہلے والی جاہلیت میں جا گریں گے اور ان تصویروں اور مورتیوں کی پوجا شروع کر دیں گے؟ جو لوگ تصویروں اور مورتیوں کی تعظیم کرتے ہیں اور جو مزاروں اور قبروں کو مقدس جانتے ہیں، ان کے درمیان کیا فرق رہ جاتا ہے۔ نتیجہ دونوں کا شرک اور عقیدہ توحید کا فساد ہے۔

شرک کے اسباب

شرک کے کئی اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک ہے: غیر اللہ کی قسم کھانا، مثلاً کعبے کی قسم، کسی کی امانت کی قسم، کسی کے شرف و مرتبہ کی قسم، کسی کی برکت یا زندگی کی قسم۔ ان میں سے کوئی قسم جائز نہیں۔ اسی طرح نبی کے مقام و مرتبہ کی

قسم، ولی کے مقام ولایت کی قسم یا ماں باپ کی قسم۔ یہ

سب حرام ہیں۔ کسی کے نام کی قسم اس کی تعظیم

کی بنا پر ہوتی ہے جو اللہ کے سوا کسی

کے لیے روا نہیں۔ امام احمد رضی اللہ عنہ

فلاں نہ ہوتا۔“ وغیرہ۔

شُرک کا ایک اور سبب تعویذ، منکے، دھاگے وغیرہ ہیں جو نظر بد سے بچنے کے لیے گلے یا بازو میں لٹکائے جاتے ہیں۔ جب یہ عقیدہ بن جائے کہ یہ اشیا بیماری دور کرنے کے بس ذرائع ہیں تو یہ ’شُرک اصغر‘ ہوگا اور اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ یہی اشیا بیماری دور کرتی ہیں اور انھی سے قسمت سنورتی ہے تو یہ ’شُرک اکبر‘ کہلائے گا کیونکہ اس طرح انسان غیر اللہ سے تعلق قائم کر لیتا ہے اور کائنات میں اللہ کے ساتھ غیر کو بھی صاحبِ تصرف سمجھنے لگتا ہے۔

تعویذات کی دو قسمیں ہیں:

قرآنی تعویذ

جیسے کوئی کپڑے، چمڑے کے ٹکڑے یا سونے کے لاکٹ وغیرہ پر قرآنی آیات تحریر کر کے گلے میں لٹکالے تو یہ جائز نہیں۔ ایک تو اس لیے کہ یہ فعل نبی ﷺ یا آپ کے صحابہ نے نہیں کیا۔ دوسرے اس لیے کہ ان کو گلے میں لٹکانے کے بعد آدمی ممنوع چیزیں بھی لٹکانے لگتا ہے۔

غیر قرآنی تعویذ

کوئی آدمی ایسی اشیا لٹکائے جن پر جنات کے نام ہوں یا جادوگروں کا رمزیہ کلام تحریر ہو۔ اللہ کی پناہ! یہ صریحاً شرک کے اسباب میں سے ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جس نے کسی آدمی کا تعویذ کاٹ دیا،

«مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ فِي حَلْفِهِ: وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى، فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.»

”جس نے قسم کھائی اور اپنی قسم میں لات و عزی کا نام لے لیا وہ لا الہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے) کہہ دے۔“¹¹

اگر کسی کی زبان پر بلا ارادہ غیر اللہ کی قسم آجاتی ہے تو اسے یہ عادت چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بعض لوگ اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں۔ لیکن اپنے شیخ اور ولی کے نام کی جھوٹی قسم کھانے کی جرأت نہیں کرتے۔ شرک کی ایک قسم الفاظ کا شرک ہے جو بعض لوگوں کی زبانوں سے ادا ہوتا رہتا ہے۔ جیسے کوئی کہے:

”جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔“

یا کہہ دے:

”اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا.....“

یا کوئی یہ کہے:

”میرے لیے اللہ اور تیرے سوا کوئی نہیں.....“

یا یوں کہے:

”یہ اللہ اور تمہاری برکت کے صدقے سے ہے۔“

اس قسم کے الفاظ ادا کرنے کا مؤدبانہ اور درست طریقہ یہ ہے کہ آدمی کہے:

”جو اللہ چاہے، پھر جو فلاں چاہے..... یا یوں کہے: اگر اللہ نہ ہوتا، پھر

گو یا اس نے ایک گردن آزاد کر دی۔“¹²

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے ہاتھ میں پیتل (یا لوہے) کا کڑا پہنا ہوا تھا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ”یہ کس لیے ہے؟“ اس نے کہا: ”نظر بد سے بچنے کے لیے۔“ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اسے اتار دے، یہ تیرے وہن (بیماری) ہی میں اضافہ کرے گا۔ اگر تو اسے پہنے ہوئے فوت ہو گیا تو کبھی نجات نہ پائے گا۔“¹³

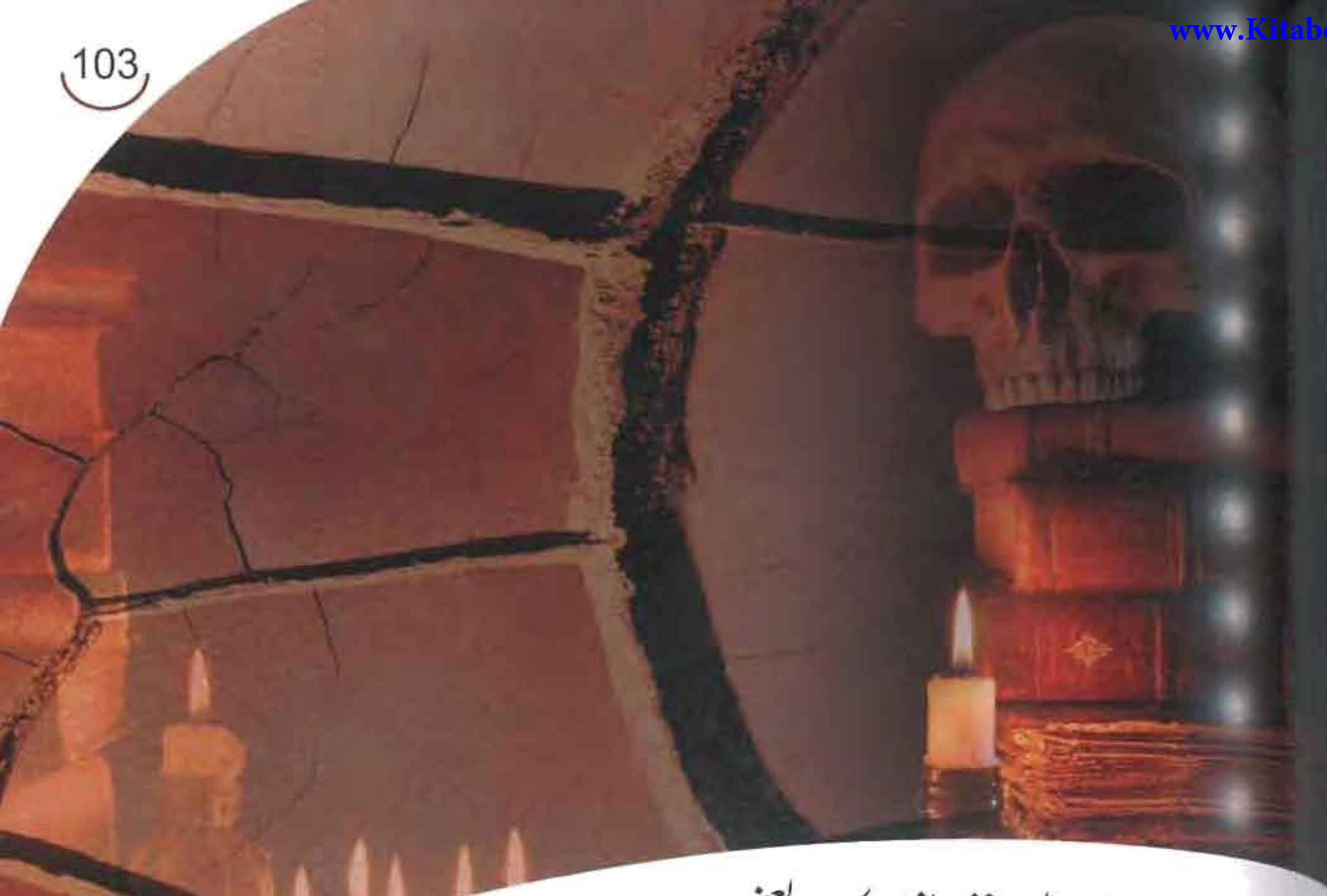
اسی طرح دم درود جو غیر شرعی اذکار پر مشتمل ہو، اس کے ساتھ دم کرنا درست نہیں۔ صرف وہی دم جائز ہے جو کلام اللہ یا اللہ کے ناموں یا اس کی صفات پر مشتمل ہو، مثلاً سورہ فاتحہ اور چاروں یا تین آخری ’قل‘ یا سنت سے ثابت دعاؤں کے ساتھ دم کیا جائے۔ جنات کے ناموں کا ورد حتیٰ کہ فرشتوں، نبیوں اور صالحین کے ناموں کا ورد بھی جائز نہیں۔ یہ غیر اللہ سے دعا کے زمرے میں آتا ہے جو شرک اکبر ہے۔ دم کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآنی آیات پڑھ کر مریض پر پھونک دیا جائے یا پانی وغیرہ پر دم کر کے پلا دیا جائے۔

شرک کا ایک سبب علم غیب کا دعویٰ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ فرمایا:

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾

”(اے نبی!) کہہ دے: آسمانوں اور زمین والوں میں سے اللہ کے سوا

کوئی غیب نہیں جانتا۔“¹⁴



جادو میں جنتر منتر، کلام، بعض

ادویات اور دھونی کا عمل ہوتا ہے۔ جادو کی حقیقت مسلم ہے۔ یہ دل اور جسم پر اثر انداز ہوتا ہے، انسان کو بیمار کر دیتا ہے اور میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔

جادو کبیرہ گناہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ، قَالُوا: وَمَا هِيَ؟ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَالسَّحَرُ.....»

”سات ہلاک کرنے والی باتوں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کی: ”وہ کیا ہیں؟“ فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جادو.....“¹⁵

جادو میں شیاطین سے تعاون حاصل کیا جاتا ہے۔ جادوگر شیطانوں سے

کسی کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کبھی غیب کی بات جان سکے، خواہ مقرب فرشتہ ہو، نبی مرسل ہو یا عبادت گزار ولی یا کوئی امام و مقتدا۔ یہ تصور ہی غلط ہے۔ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، البتہ ایک شکل بنتی ہے کہ اللہ کسی کو رسول بنائے اور اس پر غیبی امور کی وحی کرے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کفار کی اکثر سازشوں سے مطلع کیا اور قیامت کی نشانیوں کی خبر دی اور اس طرح کے دیگر غیبی امور جو انبیاء پر افشا کیے گئے۔

کوئی شخص کسی بھی ذریعے سے علم غیب کا دعویٰ کرے، جیسے دست شناسی، چینی کی پلیٹوں کو پڑھنا، علم نجوم سے قسمت کا حال بتانا، کہانت اور جادوگری تو ان افعال کے مرتکب سب جھوٹے اور کافر ہیں۔

جھوٹے، مکار شعبہ باز جو گم شدہ اشیاء یا بعض پوشیدہ چیزوں کے بارے میں یا بعض بیماریوں کے اسباب کے متعلق جو کچھ بتاتے ہیں، سب جنوں اور شیطانوں کے تعاون سے کرتے ہیں۔

بعض کمزور ایمان والے نجومیوں اور کاہنوں کے پاس جا کر اپنے مستقبل کے متعلق کاروبار، ملازمت یا اپنی شادی کے متعلق معلومات لیتے ہیں، یہ سب حرام ہے۔ جس نے علم غیب کا دعویٰ کیا یا علم غیب کے مدعی کی تصدیق کی، وہ مشرک اور کافر ہے۔ روز ناموں، ہفتہ وار اخباروں اور جرائد میں قسمت کے ستاروں کے بارے میں جو کچھ چھپتا ہے، اس پر یقین رکھنا اور غیب کے مدعیان سے براہ راست یا فون پر قسمت کا حال معلوم کرنا حرام ہے۔

شُرک کا ایک سبب جادو بھی ہے۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جادوگر کا کیا حشر کیا

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کسی خلیفہ کے دربار میں گئے۔ وہاں ایک جادوگر تلوار کے کرتب دکھا رہا تھا۔ لوگوں کو یوں نظر آ رہا تھا کہ وہ تلوار سے کسی آدمی کا سر کاٹتا ہے، پھر اسے دوبارہ جوڑ دیتا ہے۔ اگلے دن ابوذر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انھوں نے بڑی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ چادر کے نیچے تلوار تھی۔ خلیفہ کے دربار میں پہنچے۔ وہ جادوگر خلیفہ کے سامنے تلوار کے کرتب دکھا رہا تھا۔ لوگ اس سے بہت محظوظ ہو رہے تھے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ اس کے قریب گئے، اچانک تلوار نکالی اور جادوگر کی گردن پر وار کر کے اس کا سر اڑا دیا۔ جادوگر دھڑام سے گرا اور مر گیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے:

«حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ.....»

”جادوگر کی سزا یہ ہے کہ تلوار سے اس کی گردن مار دی جائے۔“¹⁷

پھر ابوذر رضی اللہ عنہ مرے ہوئے جادوگر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے:

رابطہ قائم کرتا ہے اور ان کی محبوب چیزیں انھیں پیش کر کے ان کا قرب حاصل کرتا ہے تاکہ وہ اس کی خدمت بجا لائیں اور اس کے کہنے کے مطابق چلیں۔ جادو کے عمل میں علم غیب کا دعویٰ بھی ہوتا ہے، اس لیے بھی یہ کفر اور گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدًا سَجِيرًا وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى﴾

”انھوں نے جو کچھ بھی بنایا ہے، جادوگر کی چال ہی ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی آئے۔“¹⁶

ساحر کی سزا قتل ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے جادوگروں کو قتل بھی کیا ہے۔ ہم جس دور میں سانس لے رہے ہیں اس میں لوگ جادو کو کرتب اور فن کا نام دے دیتے ہیں اور اس پر فخر کرتے پھرتے ہیں۔ وہ جادوگروں کو بڑے قیمتی انعامات سے نوازتے ہیں اور ’میجک شو‘ کا اہتمام کرتے ہیں۔ جادوگری کے مقابلے کرائے جاتے ہیں، پھر وہاں ہزاروں کا مجمع لگتا ہے۔ یہ سب کام عقیدہ توحید کی اہانت کے زمرے میں آتے ہیں۔



شیاطین کے بارے میں ایک بات ذہن نشین رہے کہ یہ اللہ کا ذکر کرنے سے بھاگ جاتے ہیں۔ ایک نوجوان نے اپنا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے بیرون ملک کا سفر کیا۔ وہاں وہ تھیٹر (تماشا گاہ) میں گیا اور تماشا دیکھنے لگا۔ وہ کہتا ہے کہ ہم مختلف قسم کے کھیل دیکھ رہے تھے کہ اچانک ایک عورت آئی اور عجیب انداز سے رے پر چلنے لگی، پھر چھلانگ مار کر دیوار پر چڑھ گئی اور اس پر ایسے چلنے لگی جیسے کوئی مچھر چلتا ہے۔ لوگ یہ دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ میں نے دل میں سوچا اس کی یہ حرکات کسی پہلوانی مشق کا نتیجہ نہیں۔ میں اگرچہ گنہگار ہوں مگر موحد ضرور ہوں، مجھے یہ چیزیں پسند نہیں۔ میں شش و پنج میں تھا کہ کیا کروں۔ اچانک مجھے یاد آیا کہ ایک بار خطبہ جمعہ میں خطیب نے بیان کیا تھا کہ جادوگر شیطانوں سے مدد لیتے ہیں۔ اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کی قوت فنا ہو جاتی ہے۔ میں اپنی نشست سے اٹھا اور تھیٹر کے چبوترے کی طرف

اب اپنے آپ کو زندہ کر کے دکھا۔ اب اپنے آپ کو زندہ کر۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ آتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أَنْزَلَ عَلَيَّ مُحَمَّدٌ ﷺ»

”جو شخص کسی کاہن کے پاس خبریں پوچھنے جائے، پھر اس کی باتوں کو سچ مانے تو اس نے محمد ﷺ کی شریعت کا انکار کیا۔“¹⁸

یہ بات یاد رکھیں کہ جادوگر، نجومی اور دست شناس لوگوں کے عقیدوں سے کھیلتے ہیں۔ وہ ان پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہم تمہارے معالج ہیں، تمہارا علاج کر رہے ہیں وہ مریضوں کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کا کہتے ہیں، پھر جانور بھی اپنی مرضی کا ذبح کراتے ہیں کہ فلاں رنگ یا فلاں قسم کی بکری یا مرغی ہو۔ کبھی یہ جادوگر شرک پر مبنی طلسمی کلمات لکھ دیتے ہیں، یا دھاگوں اور کڑوں کی صورت میں شیطانی تعویذ تیار کرتے ہیں جنہیں لوگ اپنی گردنوں اور کلائیوں میں لٹکالیتے ہیں یا صندوقوں اور گھروں میں رکھ لیتے ہیں۔

بعض جادوگر کسی ولی بزرگ کی شکل میں آتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ اس ولی کی خلاف عادت بہت سی کرامات ہیں، مثلاً: کوئی اپنے آپ کو اسلحے سے قتل کرے یا گاڑی کے نیچے لیٹ جائے مگر اس کو کچھ نہ ہو۔ اسی طرح کی دیگر شعبہ بازیوں بھی حقیقت میں جادو کے کرتب اور شیطانی چکر بازیاں ہیں جو ان ولیوں (درحقیقت جادوگروں) کے ہاتھ سے سرزد ہوتی ہیں۔

چل دیا۔ لوگ خوشی سے تالیاں بجا رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ میں حیرت کے مارے جادوگرنی کے قریب جا رہا ہوں۔ جب میں اسٹیج کے قریب پہنچا اور ساحرہ بھی قریب ہی تھی میں نے آیت الکرسی کی تلاوت شروع کر دی۔ وہ جادوگرنی تڑپنے لگی۔ اللہ کی قسم! آیت الکرسی ختم کرنے سے پہلے ہی وہ دھڑام سے زمین پر گر گئی اور تھر تھر کانپنے لگی۔ لوگ گھبرا کر اٹھے اور اسے ہسپتال لے گئے۔ اللہ کا فرمان سچ ہے:

﴿إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا﴾

”بے شک شیطان کی چال ہمیشہ کمزور رہی ہے۔“¹⁹

نیز اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَكْرُوهًا وَمَكْرًا اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ﴾

”انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔“²⁰

تصاویر اور یادگاری مجسموں کی تعظیم بھی شرک کا سبب ہے۔ عربی لغت میں تمثال مجسم شکل یا تصویر کو کہتے ہیں، تصویر خواہ انسانی ہو یا حیوانی اس کی جمع تمثال ہے۔

یادگاری مجسمے

یہ مجسمے مٹی یا پتھر کے بنائے جاتے ہیں جو اللہ کے نیک بندوں یا مشاہیر سے

منسوب ہوتے ہیں۔ زمین پر انہی تصویروں اور مجسموں کے سبب سے شرک پھیلا۔ نوح علیہ السلام کی قوم کو دیکھو۔ جب انہوں نے اپنے نیک بزرگوں کی مورتیاں بنالیں تو تھوڑے ہی عرصے میں اللہ کو چھوڑ کر ان کی پوجا ہونے لگی۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویریں اور مجسمے نصب کرنے سے روکا ہے کیونکہ یہ شرک کے ذرائع ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویریں بنانے والوں پر لعنت کی ہے²¹ اور بتایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں سخت عذاب ہوگا۔²² اسی طرح آپ نے تصویریں مٹانے اور اونچی قبریں پست کرنے کا حکم دیا ہے²³ اور خبر دی کہ جس گھر میں تصویریں اور مجسمے ہوں وہاں (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے۔²⁴

بدعتی وسیلہ پکڑنا بھی شرک کا سبب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یا کسی مخلوق کی ذات یا اس کے مرتبے کے وسیلے سے یا مردوں سے ان کی سفارش کے وسیلے سے دعا



زندہ نیک لوگوں کی دعا کو وسیلہ بنانا بھی جائز ہے جیسے کسی نیک بزرگ سے کہا جائے کہ آپ میرے لیے دعا کریں۔ مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کے حق میں اس کی غیر موجودگی میں دعا بھی مقبول ہے، البتہ قبر میں پڑے کسی مردے سے دعا کرانا جائز نہیں۔

یہ سب جو پچھلے صفحات میں ذکر ہوا، اللہ کے حقوق ہیں جو اس کے بندوں کے ذمے ہیں، انہیں غیر اللہ کے لیے بجالانا جائز نہیں۔

1 یونس 31:10. 2 یونس 18:10. 3 سفارش کے متعلق جاننے کے لیے آیت الکرسی [البقرة 255:2] اور اس کا ترجمہ دیکھنا چاہیے۔ 4 صحیح البخاری، حدیث: 436,435، و صحیح مسلم، حدیث: 531. 5 صحیح البخاری، حدیث: 1330، و صحیح مسلم، حدیث: 529. 6 الرد علی الأحنائی، ص: 184، و مجموع الفتاوی: 323/27، و تاریخ ابن کثیر: 74/9. 7 تحذیر الساجد للآلبنانی، ص: 93، و صراع بین الحق والباطل، ص: 106، و تطہیر الاعتقاد، ص: 43. 8 صحیح البخاری، حدیث: 1010، و المصنف لعبد الرزاق: 93/3. 9 جامع الترمذی، حدیث: 1535، و مسند أحمد: 125/2. 10 صحیح البخاری، حدیث: 2679. 11 صحیح البخاری، حدیث: 4860. 12 یہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ المصنف لابن ابی شیبہ: 35/5. 13 حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت مل نہیں سکی، البتہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مرفوعاً آئی ہے۔ دیکھیے مسند أحمد: 444/4، و سنن ابن ماجہ، حدیث: 3531. 14 النمل 65:27. 15 صحیح البخاری، حدیث: 2766. 16 طہ 69:20. 17 جامع الترمذی، حدیث: 1460. یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھیے: (ضعیف سنن الترمذی للآلبنانی، ص: 137، حدیث: 1460) جاوہر کو قتل کرنے والے صحابی کا نام جناب بن کعب بن عبد اللہ الازدی الغامدی ہے۔ دیکھیے: (التاریخ الكبير للبخاری: (1:2)، ص: 222، حدیث: 2268، و الإصابة لابن حجر: 615/1) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا نام جناب بن جنادہ ہے۔ 18 سنن ابی داود، حدیث: 3904، و جامع الترمذی، حدیث: 135، و سنن ابن ماجہ، حدیث: 639، و اللفظ لهما. 19 النساء 76:4. 20 آل عمران 3:54. 21 صحیح البخاری، حدیث: 2086. 22 صحیح البخاری، حدیث: 5950. 23 صحیح مسلم، حدیث: 969. 24 صحیح البخاری، حدیث: 5958.

کرنا بدعتی وسیلہ ہے، مثلاً دعا میں یہ کہنا: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی کی عظمت کے طفیل، فلاں کے حق (بزرگی) یا فلاں میت کی روح کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔ یہ وسیلے ناجائز ہیں۔

جائز شرعی وسیلہ

شرعی وسیلہ یہ ہے کہ اللہ کے نام اور اس کی صفات کو وسیلہ بنایا جائے، مثلاً یوں دعا کی جائے: **يَا رَحِيمُ! اِرْحَمْنِي، يَا غَفُورُ! اغْفِرْ لِي.** (اے رحیم! مجھ پر رحم کر۔ اے غفور! مری مغفرت فرما۔)

اسی طرح اللہ پر ایمان اور اعمال صالحہ کو وسیلہ بنایا جائے، مثلاً یوں کہا جائے: ”اے اللہ! تجھ پر میرے ایمان اور تیرے رسولوں کی تصدیق کے واسطے سے (میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تو) مجھے اپنی جنت میں داخل کر۔“

کلام ہیں۔³

ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے مخلوق سے بلند ہے۔ اور اس نے (ساتوں) آسمان اور زمین (اور جو کچھ ان میں ہے) چھ دن میں پیدا کیے، پھر عرش پر مستوی ہوا۔ عرش پر اللہ کا استوا جیسے اس کی شان اور عظمت کے لائق ہے۔ اس کی کیفیت و ماہیت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، اس کے باوصف وہ اپنی تمام مخلوق کے ہر حال سے باخبر ہے۔ ان کی باتیں سنتا ہے، ان کے کام دیکھتا ہے اور ان کے ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ کے مومن بندے قیامت کو اللہ کا دیدار کریں گے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ ۝ اِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝﴾

”کئی چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔“⁴

اللہ کی وہ تمام صفات جن کا ذکر اللہ نے قرآن کریم میں کیا ہے یا رسول اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں بتایا ہے، ہمارا ان پر ایمان ہے۔ ان صفات کے حقیقی ہونے کی جیسے اللہ کی شان کے لائق ہے، ہم تصدیق کرتے ہیں۔

فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان لانا یہ ہے کہ اللہ نے انھیں نور سے پیدا کیا ہے اور انھیں ان کی ذمہ داریاں سپرد کی ہوئی ہیں جو وہ ادا کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے بندے



اللہ پر ایمان

ہمیں یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اللہ ہی ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اسی کے لیے سب سے اچھے نام اور سب سے اعلیٰ صفات ہیں، فرمان الہی ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝﴾

”اس (اللہ) کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ خوب سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“¹

اور ہمیں ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے، جو چاہے اور جیسے چاہے کلام کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ۝﴾

”اور اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا کلام کرنا۔“²

یہ اعتقاد بھی رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم اور دیگر آسمانی کتب اللہ تعالیٰ ہی کا

ہیں۔ اللہ انھیں جو حکم دیتا ہے، اس میں وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جس کام کا انھیں حکم دیا جاتا ہے، وہ اسے بجالاتے ہیں۔ ان کی تعداد ہم (انسانوں) سے زیادہ ہے اور وہ اللہ سے ہماری نسبت زیادہ ڈرتے اور زیادہ عبادت کرتے ہیں۔ بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ آسمان میں ایک گھر ہے جسے بیت المعمور کہا جاتا ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے آتے ہیں اور نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں جو قیامت تک دوبارہ نہیں آئیں گے۔⁵

سنن ابی داؤد اور طبرانی کی صحیح حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أُذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَةِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ، إِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهِ إِلَى عَاتِقِهِ مَسِيرَةٌ سَبْعِمِائَةِ عَامٍ.»

”مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں عرش کو اٹھانے والے اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کی صفت بیان کروں۔ یقیناً اس فرشتے کے کان کی لو سے لے کر کندھے تک سات سو سال کی مسافت ہے۔“⁶

بعض فرشتوں کے ذمے خاص کام ہیں، جیسے جبریل علیہ السلام انبیاء تک وحی لے کر آتے رہے۔ میکائیل علیہ السلام بارش اور فصلوں پر مقرر ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام کے ذمے قرب قیامت صور پھونکنا ہے اور ملک الموت روحیں قبض کرنے پر مقرر ہیں۔ جہنم کے داروغے کا نام مالک ہے۔

اللہ کے بعض فرشتے ماؤں کے پیٹ میں بچوں کے ساتھ مقرر ہوتے ہیں۔ بعض دوسرے بنی آدم کی حفاظت کرتے ہیں۔ کچھ انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ بعض کی ڈیوٹی قبر میں میت سے سوال کرنا ہے۔

یہ سب اللہ کے فرشتے ہیں اور ہمارے لحاظ سے غیبی مخلوق ہیں۔ ان کے وجود پر ہمارا ایمان ہے اگرچہ ہم انھیں دیکھ نہیں سکتے۔ ہم سے پوشیدہ ایک اور مخلوق بھی ہے اور وہ جن ہیں۔ ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ اللہ نے انھیں انسانوں سے پہلے پیدا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَلٍ مِنْ حَبَا مَسْنُونٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السُّمُورِ ۝﴾

”اور بلاشبہ ہم نے انسان کو سڑے ہوئے، بدبودار، سیاہ گارے کی کھنکھاتی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو اس سے پہلے سخت حرارت والی آگ سے پیدا کیا۔“⁷

جن بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مکلف ہیں اور ان سے بھی عبادت مطلوب ہے۔ ان میں سے کچھ ایمان بھی لائے ہیں اور کچھ کافر بھی ہیں۔ ان میں سے کچھ اطاعت گزار ہوتے ہیں اور دیگر نافرمان۔ جن کبھی انسانوں پر زیادتی بھی کر جاتے ہیں جیسے کبھی انسان جنوں پر زیادتی کرتے ہیں۔ انسانوں کی جنوں پر زیادتی یا ظلم یہ ہے کہ وہ ہڈی، گوہر یا لید کے ساتھ استنجا کرتے ہیں۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہڈی اور گوہر کے بارے میں فرمایا:

«لَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامٌ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ.»

”تم ان دونوں (ہڈی اور لید) سے استنجا نہ کیا کرو کیونکہ یہ دونوں تمہارے بھائی جنات کا کھانا ہے۔“⁸

جنات کی انسانوں پر زیادتی یا ظلم یہ ہے کہ وہ انسان پر سوسے کے ذریعے سے مسلط ہو جاتے ہیں۔ ان کا خوف بھی انسانوں پر غالب ہے۔ اسی طرح ان میں آسبی طاقت بھی ہوتی ہے جس سے وہ انسان کی عقل پر قابو پالیتے ہیں۔ ایک مسلمان شرعی، مسنون اذکار کے ذریعے سے ان سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ آیت الکرسی، آخری تین قل اور دیگر مسنون دعائیں، جو نبی کریم ﷺ سے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
قُلْ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّرِّ مَا
خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقَاتِ أَوْقَابِ
وَمِنْ شَرِّ لَنَفَثٍ فِي الْعُقَدِ
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ

منقول ہیں، پڑھنی چاہئیں، البتہ جنات کے شر سے بچنے کے لیے ان کے نام پر جانور ذبح کرنا یا انہیں پکارنا شرک کے زمرے میں آتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جن اور شیاطین کمزور مخلوق ہیں۔ ان کا مکر اور تدبیر بھی کمزور ہے۔ لیکن جب انسانوں کے گناہ بڑھ جائیں، حرام اشیاء کی خواہش رکھیں، گانے سنیں، ان کا ایمان کمزور ہو جائے، رب سے تعلق گھٹ جائے، اللہ کے ذکر سے غفلت برتیں اور شرعی اذکار کا حصار کمزور ہو جائے تو جنات و شیاطین کو انسانوں پر تسلط حاصل کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان اور اس کے لشکر کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ۝﴾

”بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس (شیطان) کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کے ایما پر (اللہ کے) شریک بناتے ہیں۔“⁹

کتابوں پر ایمان

کتابوں سے مراد وہ کتب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر مخلوق کی ہدایت کے لیے آسمانوں سے اتاری ہیں۔ یہ خاصی تعداد میں ہیں۔ ہمارا ان سب پر ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے چار کے بارے میں ہمیں خبر دی ہے۔ اور وہ ہیں: قرآن جو اللہ نے محمد ﷺ پر اتارا۔ توراہ موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور داود علیہ السلام پر اتاری۔ یہ تمام آسمانی کتابیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا کلام ہیں۔ قرآن سب سے آخر میں نازل ہونے والی سب سے عظیم کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں سابقہ تمام کتابوں (اور شریعتوں کے احکام) کو جمع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّبًا عَلَيْهِ﴾

”اور (اے نبی!) ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے، یہ اس (شریعت) کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہے اور اس کی محافظ ہے۔“¹⁰

گویا تورات، زبور اور انجیل وغیرہ کے احکام شریعت قرآن مجید میں جمع اور محفوظ ہونے کے بعد قرآن واحد قابل اتباع آسمانی کتاب ہے۔ سابقہ آسمانی کتب میں بے پناہ تحریف ہونے کے بعد وہ قابل اتباع نہیں رہیں۔ قرآن جہاں پچھلی آسمانی کتب کے منزل من اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہے، وہیں ان میں یہود و نصاریٰ کی طرف سے کی گئی تحریف کو بھی واشگاف طور پر بیان کرتا ہے۔

نبیوں اور رسولوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا جس نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی۔ پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں اور آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رسولوں کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔ کچھ کے نام اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں اور ان کے واقعات و حالات بیان کیے ہیں جبکہ اکثر کے بارے میں کوئی خبر نہیں دی۔ ہم تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾

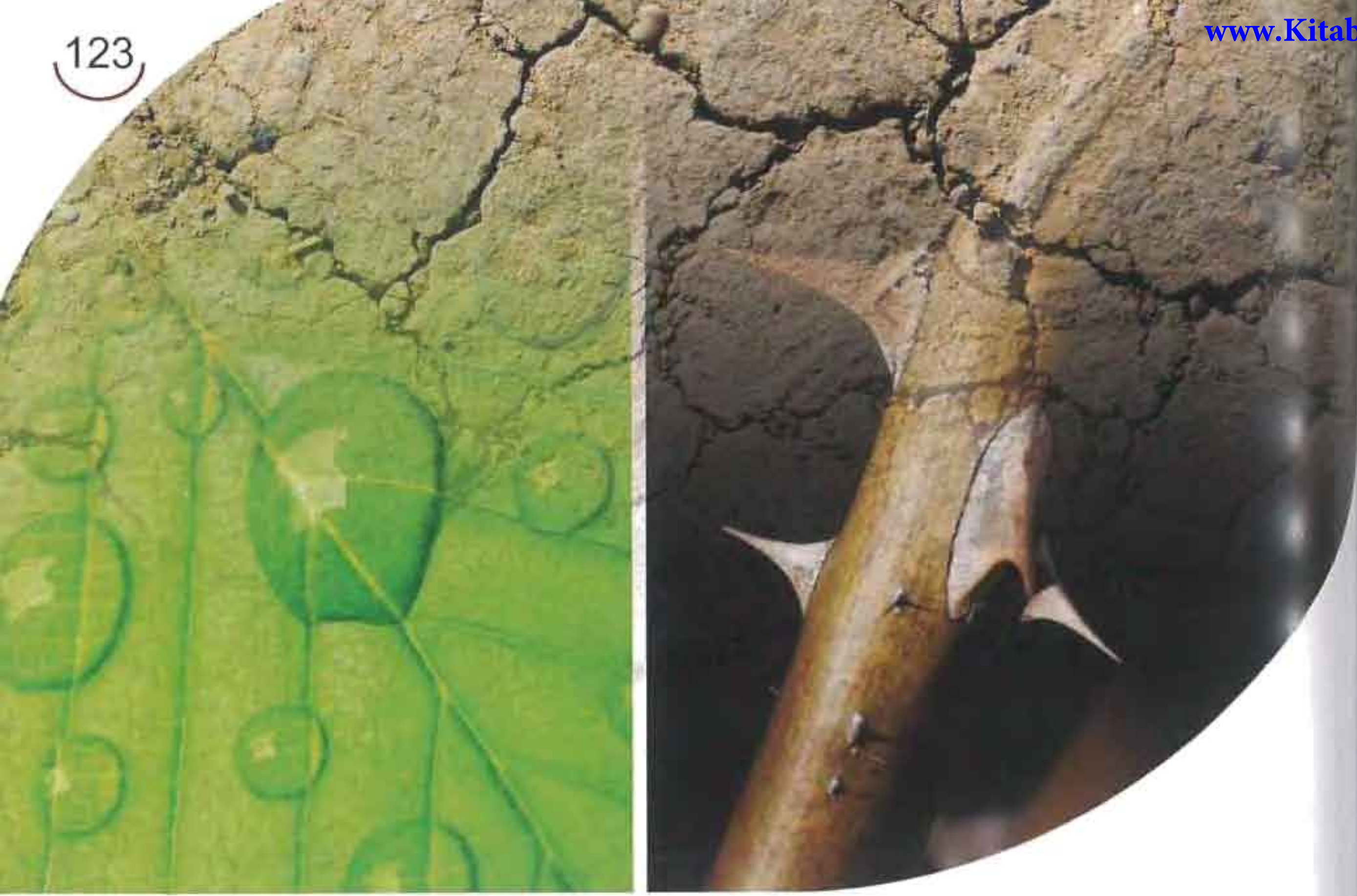
”اور یقیناً ہم ہی نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے سنایا اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھ کو نہیں سنایا۔“¹¹

تمام انبیاء بشر تھے اور انہیں بھی اللہ نے پیدا کیا۔ ان میں اور عام انسانوں میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ انبیاء پر وحی آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ﴾

”اے نبی! کہہ دے (کہ) میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، (فرق یہ ہے کہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی معبود ہے۔“¹²

امر واقع بھی یہی ہے کہ تمام نبی بشر ہی تھے۔ انہیں بھوک لگتی تو کھانا کھاتے، پیاس لگتی تو پانی پیتے۔ بیمار بھی ہو جاتے اور انہیں موت بھی آتی۔ ہمیں یہ حکم ہے کہ ان سب پر ایمان لائیں۔ جس نے کسی ایک نبی کی رسالت کا انکار کیا گویا اس نے تمام رسولوں اور نبیوں کی رسالت کا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ



ہم سب سے پہلے قبر کے عذاب اور وہاں کے انعامات پر ایمان لاتے ہیں۔
قبر کے احوال اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہیں۔ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا
وَّعَشِيًّا ۝ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۝﴾

”آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا، آگ ہے، وہ صبح و شام اس پر
پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم دیا جائے گا):
آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔“¹⁵

منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يَرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ۝﴾

نوح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ۝﴾

”نوح (علیہ السلام) کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔“¹³

ہود علیہ السلام کی قوم کے متعلق فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ۝﴾

”قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔“¹⁴

ہر امت نے صرف اسی نبی کی تکذیب کی تھی جو ان کی طرف بھیجا گیا تھا۔
لیکن چونکہ تمام نبیوں کی دعوت ایک ہی تھی، اس لیے جو ایک نبی کو جھٹلائے، گویا
اس نے تمام انبیاء کو جھٹلا دیا۔ اس قاعدے کی رو سے نصاریٰ جنہوں نے نبی آخر
الزمان محمد ﷺ کی تکذیب کی اور آپ کی پیروی نہ کی، یہ گویا عیسیٰ علیہ السلام کو
جھٹلاتے ہیں کیونکہ انہوں نے محمد ﷺ کے آنے کی بشارت دی تھی اور ان کی
اتباع کا حکم دیا تھا مگر نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کہا نہ مانا۔ یہی مثال
یہودیوں پر صادق آتی ہے۔

آخرت کے دن پر ایمان

مرنے کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی
کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس کی تصدیق کرنا
ایمان بالآخرت ہے۔

”ہم عنقریب انھیں دوبار عذاب دیں گے، پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“¹⁶

اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل علم کا قول ہے کہ پہلا عذاب دنیا کا ہے۔ دوسرا عذاب قبر کا ہے، پھر روز قیامت انھیں آگ کے بڑے عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔

عذاب قبر اور اس کی نعمتوں کے ثبوت میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ احادیث متواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اس ضمن میں کتب احادیث میں پچاس سے زائد حدیثیں آئی ہیں۔

صحیحین میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا:

”ان دو قبروں والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور انھیں عذاب کسی بڑے گناہ کی بنا پر نہیں دیا جا رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا۔ اور دوسرا چغتل خور تھا۔“¹⁷

صحیحین ہی میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

«اللَّهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.....»

”اے اللہ! بے شک میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“¹⁸

قبر کا عذاب یا وہاں کے انعامات غیبی چیزیں ہیں جنہیں عقل سے مایا نہیں

جاسکتا۔

آخرت پر ایمان

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور صور میں پھونکے جانے سے مردوں کے زندہ ہونے پر ایمان لانا ایمان بالآخرت ہے۔ جب مردوں کو دوبارہ اٹھایا جائے گا تو وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَلْأَيُّونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝﴾

”پھر بے شک اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو، پھر بے شک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔“¹⁹





علم کی بدولت کسی کام کے وقوع سے پہلے ہی اسے جانتا ہے۔ اسے مجمل طور پر اور تفصیل سے ہر شے کا علم ہے جسے اس نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔
اللہ ہی ساری کائنات کا خالق ہے:

﴿اللَّهُ خَلِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝﴾

”اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر خوب نگہبان ہے۔“²¹

اس کائنات میں جو بھی شے پیدا ہوتی ہے، اللہ کو اس کے بارے میں اس کے پیدا ہونے سے پہلے علم ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝﴾

حساب اور جزا و سزا پر ایمان بھی، ایمان بالآخرت کا حصہ ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ إِلَيْنَا أِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝﴾

”یقیناً انہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر بے شک ہمارے ہی ذمے ان کا حساب ہے۔“²⁰

جنت اور دوزخ پر ایمان لانا بھی آخرت پر ایمان لانے کا حصہ ہے۔ یہ بھی ایمان ہونا چاہیے کہ جنت متقی اور پرہیزگار لوگوں کا گھر ہے۔ اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنہیں کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور نہیں آیا۔
دوزخ عذاب کا گھر ہے۔ اس میں قسم قسم کا عذاب اور ایسی شدید سزائیں ہیں جو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتیں۔

قیامت کی چھوٹی بڑی تمام علامات پر ایمان ہونا چاہیے۔ جیسے دجال کا آنا، عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا، سورج کا مغرب سے نکلنا اور دابة الارض کا نکلنا..... وغیرہ۔ اسی طرح شفاعت (کبریٰ و صغریٰ)، حوض کوثر، میزان (اعمال کی ترازو)، اللہ تبارک و تعالیٰ کے دیدار اور دیگر امور آخرت پر بھی ہمارا ایمان ہونا چاہیے۔

اچھی اور بری تقدیر پر ایمان

ایک مسلمان کا اس بات پر ایمان ہونا چاہیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے وسیع



ایمان کو نقصان دینے والی چیزیں

دین کا ٹھٹھا اڑانا

یہ فعل مسلمان کو مرتد بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ أَيْدِيكُمْ وَأَيْدِي رَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝ لَا تَعْتَدِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ﴾

”کہہ دے: کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے۔“¹

اسی طرح بعض افراد کا یہ کہنا بھی ضیاع ایمان کا سبب بن سکتا ہے کہ ”اسلام پرانے زمانے کا دین ہے، جدید دور کے لائق نہیں۔“ یا یہ کہنا کہ ”اسلام بنیاد پرستی اور رجعت پسندی کا مذہب ہے۔“ یا یہ کہ ”انسانوں کے وضع کردہ قوانین اسلام سے بہتر ہیں۔“ یا توحید کے داعی، قبروں اور مزاروں کی عبادت کے منکر کو ”انتہا پسند“ یا ”مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے والا“ قرار دینا..... یہ سب باتیں

”بے شک ہم ہی نے ہر شے کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔“²²

ہر انسان کو ایک گونہ مشیت اور قدرت عطا کی گئی ہے۔ اسی کے بل بوتے انسان چاہے تو کوئی کام کرتا ہے، نہ چاہے تو نہیں کرتا۔ اگر انسان کا ارادہ وضو کرنے کا ہوگا تو وہ وضو کر لے گا، نماز کا ارادہ ہوگا تو نماز پڑھ لے گا۔ اسی طرح گمراہ ہونا چاہے تو گمراہی اختیار کر لیتا ہے یا زنا میں ملوث ہو جاتا ہے۔ اسی ارادے کی وجہ سے اس کا حساب ہوگا اور اسی کے مطابق اسے بدلہ دیا جائے گا۔ فرائض و واجبات چھوڑنے یا حرام کے ارتکاب پر تقدیر کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔

1 الشوریٰ 11:42. 2 النساء 4:164. 3 اللہ کی آخری کتاب ”قرآن مجید“ کے برعکس دیگر آسمانی کتب تورات، زبور اور انجیل میں بے حد تحریف ہو چکی ہے، لہذا ان میں اللہ کا کلام بس کہیں کہیں رہ گیا ہے۔ 4 القيامة 23,22:75. 5 صحیح البخاری، حدیث: 3207، و صحیح مسلم، حدیث: 164,162. 6 سنن أبي داود، حدیث: 4727، والمعجم الأوسط للطبرانی: 36/5، حدیث: 6503، وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 282/1، حدیث: 151. 7 الحجر 27,26:15. 8 صحیح مسلم، حدیث: 450، وجامع الترمذی، حدیث: 18. 9 النحل 100,99:16. 10 المائدة 48:5. 11 المؤمن 78:40. 12 الكهف 110:18. 13 الشعراء 105:26. 14 الشعراء 123:26. 15 المؤمن 46,45:40. 16 التوبة 101:9. 17 صحیح البخاری، حدیث: 218، و صحیح مسلم، حدیث: 292. 18 صحیح البخاری، حدیث: 832، و صحیح مسلم، حدیث: 589. 19 المؤمنون 16,15:23. 20 الغاشية 26,25:88. 21 الزمر 62:39. 22 القمر 49:54.

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ
أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّبُوا تَسْلِيمًا﴾²

”پس (اے نبی!) تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ باہمی اختلافات میں تجھ کو فیصلہ کرنے والا مان لیں، پھر تیرے کیے ہوئے فیصلے پر اپنے دلوں میں کوئی حرج محسوس نہ کریں اور اسے دل و جان سے تسلیم کر لیں پوری طرح تسلیم کرنا۔“²

نیز اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يُحَكِّمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾

”اور جو اس کے مطابق فیصلے نہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔“³

تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے ہونا چاہئیں، خواہ وہ خرید و فروخت کے مسائل ہوں یا چوری اور زنا وغیرہ کے۔ یہ نہیں کہ ذاتی معاملات، نکاح، طلاق وغیرہ میں تو احکام الہی کے مطابق فیصلے ہوں اور دیگر تمام امور میں انسانی ساختہ بلکہ شیطانی احکام کی پیروی کی جاتی رہے۔ جس نے لوگوں کے لیے قانون سازی کی اور کہا کہ یہ تو انین اللہ کے احکام کی جگہ ہیں یا اللہ کے احکام کے مساوی ہیں، یا یہ کہا کہ یہ اللہ کے احکام کی نسبت درست اور ان سے افضل ہیں تو وہ کافر ہے، ہاں! وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ



ایمان کے لیے نقصان دہ ہیں۔

سب سے بڑی شے جس سے ایمان کا ستیاناس ہو جاتا ہے، وہ ہے اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان کا تقاضا ہے کہ اس کی شریعت کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔ ان فیصلوں کا تعلق اقوال سے ہو یا افعال سے، خون (لڑائی جھگڑے) سے ہو یا مال سے، تمام حقوق کے بارے میں فیصلے شریعت ہی کے مطابق ہوں۔ حکام و سلاطین پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے کریں اور رعایا پر لازم ہے کہ وہ اپنے فیصلے اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق کرائیں۔

فرماتا ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾

”یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر (ایجاد) کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔“⁴

نیز اللہ کا فرمان ہے:

﴿أَفَحُكْمَ الْجَهْلِیَّةِ یَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ یُوقِنُونَ﴾

”کیا پھر وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔“⁵

حدیث میں ہے کہ جب اللہ نے یہ آیت:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾

”انہوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔“⁶

اتاری تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”اللہ کے رسول! ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔“ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تمہارے عالم اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار نہیں دیتے تھے؟ پھر کیا تم بھی اسے حلال نہیں سمجھنے لگتے تھے؟ وہ اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کرتے تو تم بھی اسے حرام نہیں سمجھنے

لگتے تھے؟“ عدی کہنے لگے: ”ہاں! اللہ کے رسول! ایسا ہی ہے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہی ان کی عبادت ہے۔“⁷

کفار سے دوستی یا مومنوں سے دشمنی بھی ایمان ختم کر دیتی ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار، یعنی یہودیوں، نصرانیوں اور تمام مشرکوں سے دشمنی رکھیں اور ان کی دوستی سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُؤَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ﴾

”اے ایمان والو! تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ تمہارے پاس جو حق آیا ہے انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔“⁸

بلکہ اللہ نے کافر والدین اور بہن بھائیوں سے محبت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔



اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾

”(اے نبی!) تو ان لوگوں کو جو یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، ایسا نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کا خاندان ہو۔“⁹

اس مفہوم کی بہت سی آیات ہیں۔ وہ سب کی سب کفار سے بغض اور دشمنی واجب قرار دیتی ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ سے کفر کیا ہے اور اس کے دین سے دشمنی مول لے رکھی ہے۔ اسی طرح وہ اللہ کے دوستوں کے بھی دشمن ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عداوت کا حال یوں بیان فرمایا ہے:

﴿قَدْ بَدَأَ الْبَغْضَاءَ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ هَآنَتْكُمْ أَوْلَآئُ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُؤْتُوا بِغَيْظِكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ إِنْ تَمَسَسْتُمْ حَسَنَةً تَسَوْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۚ وَإِنْ تُصَبُّوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝﴾

”شدید دشمنی تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپا رہے ہیں وہ زیادہ بڑا (بغض) ہے۔ بے شک ہم نے تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، اگر تم سمجھتے ہو۔ دیکھو! تم وہ لوگ ہو کہ تم ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم سب (آسمانی) کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (جبکہ وہ ایسا نہیں کرتے) اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔ کہہ دے: اپنے غصے سے مر جاؤ، بے شک اللہ سینوں کے راز خوب جاننے والا ہے۔ اگر تمہیں کوئی بھلائی حاصل ہو تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو ان کی خفیہ تدبیر تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گی۔ بے شک وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔“¹⁰



آج اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہود و نصاریٰ کی خفیہ تدبیریں اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی وارداتیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ کثیر مال خرچ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ آج مسلمان کافروں سے دوستی گانٹھے بیٹھے ہیں۔ وہ تبلیغی مقاصد کے بغیر ہی ان سے ملتے جلتے ہیں۔ ان کے علاقوں میں جا کر رہتے ہیں۔ بلا ضرورت ان کے ملکوں کا سفر کرتے ہیں۔ لباس، وضع قطع اور بودوباش اپنانے میں اور بلاوجہ ان کی زبان بولنے میں ان کی مشابہت کرتے ہیں۔

ایمان کو ختم کرنے والی سب سے بڑی باتیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عیب جوئی کرنا، ان پر سب و شتم کرنا یا اہل بیت کی تنقیص ایسی باتیں ہیں جو ایمان کو ضائع کر دیتی ہیں۔

ہم مسلمان نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں اور کسی کی محبت میں غلو سے کام نہیں لیتے۔ علی رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے صحابی کی شان میں غلو نہیں کرتے اور کسی بھی صحابی کو شرف صحابیت سے الگ نہیں سمجھتے۔ جو صحابہ سے بغض رکھے ہم بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔ ہم صحابہ کرام کو اچھے لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالسَّبِقُونَ الْأَوْلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِأَحْسَنِ رِضَىٰ اللَّهِ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾

”مہاجرین اور انصار میں سے (قبول اسلام میں) سبقت کرنے والے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے.....“¹¹

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو بھی اختلافات ہوئے یا لڑائیاں ہوئیں ان کے بارے میں اہل سنت والجماعت (سلف صالحین) کا موقف یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔ آخر وہ بھی انسان تھے، ان سے غلطیاں بھی سرزد ہوئیں اور انہوں نے اچھے کام بھی بہت کیے۔ اب جبکہ اللہ نے ان فتنوں سے ہماری تلواروں کو محفوظ رکھا ہے تو ہمیں اپنی زبانوں کو بھی اس سے بچانا چاہیے، البتہ ان کا رب قیامت کو انہیں جمع کرے گا اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

ہمارا ایمان و یقین ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ملی کیونکہ آپ ہی امت میں سب سے افضل ہیں اور تمام امت سے مقدم ہیں، پھر خلافت کا منصب عمر رضی اللہ عنہ کو ملا، پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے بعد دیگرے منصب خلافت پر فائز ہوئے۔

بعض برخود غلط مسلمانوں نے قرب الہی کے حصول کے لیے جو بدعات ایجاد کر لی ہیں، ان سے بھی ایمان میں خلل واقع ہوتا ہے، مثلاً: رسول اللہ ﷺ کے

یوم پیدائش کو ’عید میلاد‘ کے طور پر منانا اور محفل میلاد کے درمیان کھڑے ہو کر سلام پڑھنا، نیز اولیاء و صالحین میں سے کسی کا میلاد منانا۔ یہ سب باتیں دین میں بدعت کا درجہ رکھتی ہیں۔ خود نبی ﷺ یا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کسی نبی یا بزرگ کا میلاد نہیں منایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ أَحَدَّثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.»

”جس نے ہمارے اس دین میں نئے کام ایجاد کیے جو دین میں سے نہیں ہیں، وہ مسترد ہے۔“¹²

نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«كُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٍ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.»

”ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“¹³

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾

”آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔“¹⁴

سِوَاكَ عِنْدَ حُدُوثِ الْحَادِثِ الْعَمِيمِ
إِنْ لَمْ تَكُنْ آخِذًا يَوْمَ الْمَعَادِ يَدِي
صَفْحًا وَإِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ
فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ

”اے سب لوگوں سے زیادہ سخی! مجھے کیا پڑی ہے کہ بڑا حادثہ پیش آنے پر تیرے سوا کسی اور کی پناہ چاہوں۔ بھلا تو درگزر کرتے ہوئے قیامت کو میرا ہاتھ نہ تھامے گا؟ اگر یہ نہ ہو تو پھر کہہ دے: میں گمراہ ہوں۔ یہ دنیا اور اس کی مد مقابل (آخرت) تیری سخاوت میں سے ہیں اور علم لوح و قلم تیرے علوم میں سے ہے۔“

علم غیب، آخرت میں گناہوں کی بخشش اور دنیا و آخرت میں تحکم و تصرف جیسے اوصاف کا حامل وہی ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہو جبکہ میلاد رسول یا کسی بھی ولی کے میلاد کی محفل میں لوگ اس عقیدے سے شریک ہوتے ہیں کہ ان میں گناہوں کی بخشش کے پروانے ملتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ محفل میلاد میں اللہ کے رسول کا ذکر جمیل اور ان کی سیرت کا تذکرہ ہوتا ہے، لہذا یہ کام اچھا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے، یہ اچھا کام ہے لیکن اس قسم کے جلسوں یا محفلوں کا انعقاد سال بھر میں کسی دن یا وقت کی تعیین کے بغیر ہونا چاہیے تاکہ غیر مسلموں سے مشابہت کی بنا پر یہ بدعت اور شرک کے



میلاد کی محفلیں منعقد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے دین مکمل نہیں کیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ بعد کے لوگوں نے مختلف قسم کی عبادات گھڑ لی ہیں اور گمان یہ کرتے ہیں کہ ان سے انہیں اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایک طرح سے اللہ اور اس کے رسول پر اعتراض ہے۔ اگر نبی ﷺ کا میلاد منانا دین کا حصہ ہوتا، اللہ کو پسند ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے کہہ دیتا کہ اسے امت کے سامنے بیان کر دو۔ حقیقت یہ ہے کہ علمائے سلف عید میلاد کا انکار کرتے آئے ہیں کیونکہ یہ من گھڑت عبادت ہے۔ محفل میلاد میں لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو پکارنا اور ان سے مدد مانگنا شروع کر دیتے ہیں جو شرک اکبر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے مدد طلب کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ غیب جانتے ہیں، صریح کفر ہے۔

بعض لوگ بوسیری کے یہ شعر پڑھتے رہتے ہیں:

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مِّنَ الْوَدِّ بِهِ



زمرے میں نہ آئیں۔ جب سیرت کے جلسوں، جمعہ کے خطبوں یا عام محفلوں میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ بیان کر کے ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے تو پھر ایک مخصوص دن کی محفل میلاد کی بدعت پر اصرار کیوں کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَإِنْ تَنَزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾

”پھر اگر تم کسی شے کے بارے میں اختلاف میں پڑ جاؤ تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔“¹⁵

جب ہم نے عید میلاد کی محفلوں کے سلسلے میں کتاب اللہ سے رجوع کیا تو اس میں ہمیں نبی ﷺ کے اتباع کا حکم ملا اور اللہ نے یہ خبر بھی دے دی کہ اب دین مکمل ہو چکا ہے۔ اسی طرح ہم نے عید میلاد کی محفلوں کا جواز سنت رسول میں تلاش کرنا چاہا تو اس میں بھی کچھ نہ پایا۔ حقیقت یہ ہے کہ محفل میلاد کا انعقاد نہ تو رسول اللہ ﷺ نے خود کیا، نہ آپ نے اس کا حکم دیا اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے عہد میں کوئی محفل میلاد برپا کیا۔ اس سے پتہ چلا کہ عید میلاد دین اسلام میں داخل نہیں بلکہ یہ ایک گھڑا ہوا نیا کام ہے، بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس میں یہود و نصاریٰ کی عیدوں ’کرسمس‘ اور ’پاس اوور‘ وغیرہ کے ساتھ مشابہت ہے جس سے نبی ﷺ نے ہمیں سختی سے روکا ہے، لہذا کسی بھی ذی شعور کے لائق نہیں کہ لوگوں کی اکثریت جو عید میلاد مناتی ہے، اس سے دھوکا کھائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِنْ تَطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾

”اور اگر تو اہل زمین کی اکثریت کی بات مانے گا تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔“¹⁶

عجیب بات ہے کہ لوگ بدعتی محفلوں میں تو بڑی کوشش کر کے پہنچتے ہیں لیکن نماز باجماعت کی پروا نہیں کرتے۔ کچھ لوگوں کا نظریہ ہوتا ہے کہ اس قسم کی مجلسوں میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس حاضر ہوتے ہیں، اسی لیے وہ آپ کے استقبال میں کھڑے ہو جاتے ہیں جبکہ یہ عمل باطل اور جہالت پر مبنی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنی قبر مبارک میں ہیں۔ وہاں سے قیامت سے پہلے نہیں نکلیں گے۔ آپ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کے ہاں دارالکرامۃ (عزت کے گھر) میں ہے۔



اور آپ ہی کی پیروی کی جائے۔ جو عبادات آپ نے شریعت میں بیان فرمائی ہیں، ان سے ہم تجاوز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾⁵

”(اے نبی!) کہہ دے: اگر تم اللہ سے دوستی رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے دوستی کرے گا اور وہ تمہاری خاطر تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ تو ہے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان۔“¹⁹

1 التوبة 66,65:9. 2 النساء 65:4. 3 المائدة 44:5. 4 الشورى 21:42. 5 المائدة 50:5. 6 التوبة 31:9. 7 جامع الترمذي، حديث: 3095، والمعجم الكبير للطبراني: 92/17، حديث: 218. 8 الممتحنة 1:60. 9 المجادلة 22:58. 10 آل عمران 3:118-120. 11 التوبة 9:100. 12 صحيح البخاري، حديث: 2697. 13 صحيح مسلم، حديث: 867، وسنن النسائي، حديث: 1579، وسنن ابن ماجه، حديث: 46 واللفظ لهما. 14 المائدة 3:5. 15 النساء 59:4. 16 الأنعام 6:116. 17 صحيح مسلم، حديث: 2278. 18 الأحزاب 33:56. 19 آل عمران 3:31.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

”قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر کھلے گی۔“¹⁷

باقی رہا رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا تو یہ افضل ترین عبادات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو سلام بھیجنا۔“¹⁸

ہمیں معلوم ہے کہ کسی بندے کا ایمان رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ آپ کی تعظیم و توقیر یہ ہے کہ آپ کو مقتدا و پیشوا مانا جائے

ہے۔ باقی رہا ستائیسویں رمضان کو لیلة القدر قرار دے کر محفلیں منعقد کرنا تو یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔ اس رات کی محافل بدعت کے زمرے میں آتی ہیں، خصوصاً اس بنا پر کہ لیلة القدر کبھی ستائیس کو ہو سکتی ہے، کبھی کسی اور رات میں آسکتی ہے۔

شب معراج کی بدعات

یہ بات شک و شبہ سے بالا تر ہے کہ نبی ﷺ کا اسراء، یعنی مکہ سے بیت المقدس تک زمینی سفر اور معراج (آسمانوں کی سیر)، یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی سچائی کے دلائل ہیں۔ اسراء و معراج اللہ کی کتابوں، قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے، البتہ سال بھر کی کون سی رات میں آپ کو اسراء و معراج کرائی گئی تھی، صحیح احادیث میں اس کی تعیین نہیں آتی، یعنی نہ تو رجب کا ذکر ہے نہ کسی اور مہینے کا۔ اگر اس رات کی تعیین ہو بھی جائے تو بھی اس رات کو عبادت یا معراج کے نام پر



بدعات

ستائیسویں رمضان کی بدعات

رمضان المبارک میں نبی کریم ﷺ کی سنت یہ تھی کہ آپ اللہ کی عبادت بڑھا دیتے۔ آخری عشرے میں تو کمال محنت و کوشش کرتے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.»

”جس نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا، اس کے پہلے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔¹ اور جس نے لیلة القدر کا قیام ایمان کی حالت میں اور ثواب کے ارادے سے کیا، اس کے پہلے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔“²

رمضان کے مہینے میں اور لیلة القدر کے بارے میں آپ ﷺ کا یہی طریقہ

محفلیں منعقد کرنا جائز نہیں۔ نبی ﷺ یا آپ کے کسی صحابی نے اس رات کوئی کانفرنس، جلسہ یا شبینہ منعقد نہیں کیا نہ اس حوالے سے کوئی بات کی ہے۔ نبی ﷺ نے رسالت، یعنی اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور امانت ادا کر دی۔ اس رات کی کسی قسم کی کوئی عظمت ہوتی یا اس میں محفلوں کا اہتمام دین کا حصہ ہوتا تو آپ ضرور بیان کر دیتے۔

پندرہویں شعبان کی بدعات

پندرہویں شعبان کی رات عبادت وغیرہ میں گزارنا اور دن کو روزہ رکھنا کسی قابل اعتماد دلیل سے ثابت نہیں۔ اس کی فضیلت میں بعض ضعیف احادیث منقول ہیں مگر ان پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔ اس رات کے حوالے سے خصوصی نماز کی ترغیب کی احادیث موضوع ہیں۔ امام ابن رجب رحمہ اللہ نے بھی اس کے بارے میں متنبہ کیا ہے۔ ابن وضاح، عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا: ”ہم نے اپنے کسی شیخ یا کسی فقیہ کو اس رات کی خصوصیت کے ساتھ عبادت کرتے نہیں دیکھا۔“³

آخری بات

علماء بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان کئی باتوں کا ارتکاب کرنے سے مرتد ہو جاتا ہے اور اسلام سے خارج تصور ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کا خون اور مال حلال ہو جاتا ہے، یعنی اسے قتل کر دینا جائز ہوتا ہے اور اس کا مال مسلمانوں میں بطور غنیمت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ان باتوں کو نواقض الاسلام یا اسلام سے

خارج کرنے والی باتیں کہا جاتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ خطرناک اور کثرت سے پیش آنے والی یہ دس باتیں ہیں:

- ❁ شرک۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔
- ❁ جس نے اللہ اور بندوں کے درمیان واسطے بنائے اور ان سے شفاعت کا سوال کیا اور ان پر توکل (بھروسا) کیا اس نے بالا جماع کفر کیا۔
- ❁ جو مشرکوں کو کافر نہ کہے یا ان کے کفر میں شک کرے، یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھے، وہ بھی کافر ہے۔ اسی طرح جو دین اسلام کو قبول نہ کرے وہ بھی کافر ہے، خواہ پہلے وہ نصرانی تھا یا یہودی، یا بدھ مت، یا کسی بھی مذہب کا پیروکار اور خواہ وہ قریب کار ہونے والا ہو یا دور کا۔
- ❁ جو شخص نبی ﷺ کی ہدایت (طریقے) کے مقابلے میں غیر کی ہدایت (طریقے) کو مکمل اور بہتر جانے، یا آپ کے فیصلے کے مقابلے میں غیر کے فیصلے کو اچھا کہے یا کافروں کے فیصلوں کو نبی ﷺ کے فیصلوں سے افضل جانے، وہ کافر ہے۔ جو لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین اور نظاموں کو



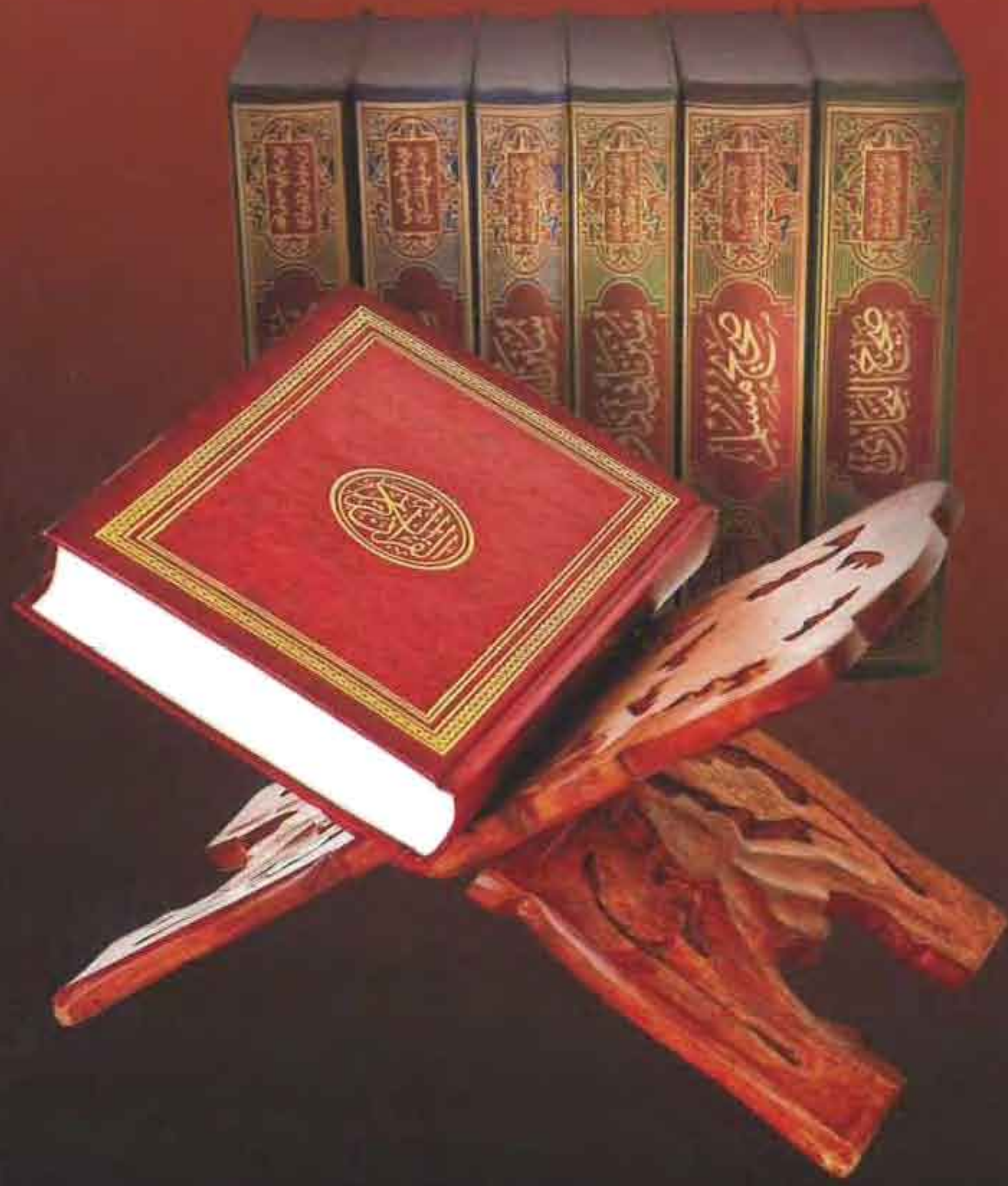
شریعت اسلامیہ سے افضل یا اس کے برابر تصور کرے وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے یا وہ اہل کفر سے فیصلہ کرانے کو جائز تصور کرے اگرچہ وہ شریعت کے فیصلے کو افضل سمجھتا ہو، وہ بھی کافر ہے، یا اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اسلام کا نظام بیسویں صدی کے مطابق نہیں، یا یہ کہے کہ آج مسلمانوں کی پستی کا سبب اسلام ہی ہے، یا پھر وہ اللہ کے تعلق کو صرف اپنا ذاتی معاملہ سمجھے۔ اسی طرح جو شخص یہ خیال کرے کہ اللہ کا حکم نافذ کرتے ہوئے چور کا ہاتھ کاٹنا یا شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا اس دور کے لحاظ سے مناسب نہیں۔ اسی طرح وہ شخص بھی کافر شمار ہوگا جو معاملات اور حدود وغیرہ میں شریعت الہی کے بغیر فیصلے کرتا ہو اگرچہ اس کا عقیدہ یہی ہو کہ یہ فیصلے شرعی فیصلوں سے افضل نہیں۔ اپنے اس عمل سے وہ اللہ کی بالاجماع حرام کردہ اشیاء کو جائز سمجھنے والا بن جاتا ہے۔ اور یہ بات ہر دیندار کو معلوم ہے کہ جو اللہ کی حرام کردہ اشیاء جیسے زنا، شراب، سود اور غیر اللہ سے فیصلے کرانے کو مباح سمجھے اس کے کافر ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

✽ اللہ کے رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے بغض رکھے (اسے اچھا نہ سمجھے) اگرچہ اس پر عمل بھی کرتا ہو، وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُواْ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْۙ﴾

”یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اللہ کے نازل کردہ (احکام) کو ناپسند کیا تو (اللہ نے) ان کے اعمال ضائع کر دیے۔“⁴

✽ جو دین کے کسی مسئلے یا عمل کے ثواب یا عذاب کا مذاق اڑائے، وہ بھی کافر



✽ اللہ کے دین سے منہ موڑنا، نہ اسے سیکھنا اور نہ اس پر عمل کرنا بھی کفر ہے۔
اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۗ إِنَّا مِنَ
الْجَائِرِينَ مُنْتَقِمُونَ ۝﴾

”اس شخص سے زیادہ ظالم (گنہگار) کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے منہ موڑا، یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔“⁹

خبردار

سب سے بڑا جرم اور سب سے عظیم مصیبت یہ ہے کہ آدمی نماز ترک کر دے۔ تارکین نماز شیطان کے مددگار، رب رحمن کے دشمن، مومنوں کے مخالف اور کافروں کے بھائی ہیں۔ کل قیامت کو ان کا حشر فرعون اور ہامان کے ساتھ ہوگا اور انھی کے ساتھ آگ میں جلتے سڑتے رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ أَوْ الشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.»

”آدمی اور کفر و شرک کا نقطہ اتصال نماز چھوڑنا ہے۔“¹⁰

جامع ترمذی اور مستدرک حاکم کی صحیح حدیث ہے جسے عبداللہ بن شقیق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔“¹¹

شیخ محمد بن صالح عثیمین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اگر تارک نماز کو کافر کہا گیا ہے تو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اس پر مرتدین کے احکام لاگو ہوں گے، لہذا اس کا نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ اگر ترک نماز کی حالت میں اس کا عقد نکاح کیا جائے تو ایسا نکاح باطل ہوگا اور اگر نکاح کے بعد نماز چھوڑ دی تو نکاح فسخ (ختم) ہو جائے گا اور اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں ہوگی۔ اگر بے نماز کوئی جانور ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ حرام ہو گیا ہے۔ وہ مکہ میں بھی داخل نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی قریبی

فوت ہو جائے تو اس کی وراثت میں سے اسے کچھ نہیں ملے گا۔ اگر وہ خود فوت ہو جائے تو اسے غسل دیا جائے گا نہ کفن، اس کا جنازہ پڑھا جائے گا نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور قیامت کو اس کا حشر کافروں کے ساتھ ہوگا۔ وہ جنت میں نہیں جائے گا اور نہ اس کے اہل اور اقارب کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کے لیے رحمت اور بخشش کی دعا کریں کیونکہ ایسا شخص کافر ہے۔“

موت کے وقت تارکین نماز کی حالت بہت بری اور خراب ہوتی ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

”ایک شخص بہت گنہگار تھا۔ جب اس پر موت کی بے ہوشی طاری ہوئی تو اس کے پاس کھڑے لوگ گھبرا گئے اور اس کے قریب ہو کر اسے اللہ کا ذکر یاد دلانے لگے اور لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ کی تلقین کرنے لگے مگر وہ آنسو بہانے لگا۔ جب اس کی روح نکلنے لگی تو بلند آواز سے کہنے لگا: ”میں تو لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ کہہ رہا ہوں۔ لیکن لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ مجھے کیا فائدہ دے گا؟ میں نے اللہ کے لیے کبھی نماز ادا نہیں کی۔“ پھر اس کا سانس اکھڑنے لگا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا۔

عامر بن عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ بستر مرگ پر تھے، آخری چند گھڑیاں باقی تھیں تو ان کے گھر والے رونے لگے۔ اسی نزع کے عالم میں انھوں نے سنا کہ مؤذن مغرب کی اذان دے رہا ہے جبکہ ان کا سانس حلق میں اٹکا ہوا ہے۔ نزع کی

کیفیت شدید ہوتی جا رہی ہے اور تکلیف بڑھ رہی ہے۔ جب اذان سنی تو ساتھ والوں سے کہنے لگے: ”میرا ہاتھ پکڑو۔“ لوگوں نے عرض کی: ”کہاں جانا ہے؟“ فرمانے لگے: ”مسجد میں۔“ لوگوں نے عرض کی: ”حضرت! آپ کا آخری وقت ہے!“ آپ نے فرمایا: ”سبحان اللہ! میں اذان سن کر بھلا اس کا جواب نہ دوں (مسجد میں حاضر نہ ہوں) تم میرا ہاتھ پکڑو اور مسجد لے چلو۔“ آپ کو دو آدمیوں نے اٹھایا اور مسجد لے گئے۔ ایک رکعت امام کے ساتھ ادا کی اور سجدے میں فوت ہو گئے۔¹² ہاں، اللہ کا یہ ولی سجدے کی حالت میں فوت ہوا۔ رَحِمَهُ اللّٰہُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

امام عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ہم ابو عبدالرحمن سلمی کے پاس مسجد میں ان کی نماز کی جگہ پہنچے۔ وہ مریض تھے اور ان کی بیماری بھی شدید تھی۔ ان پر نزع کی حالت طاری تھی اور ہمیں ان پر ترس آرہا تھا۔ ہم نے عرض کی: ”اگر آپ بستر بچھا لیتے تو یہ نرم اور آرام دہ ہوتا؟“ انھوں نے بڑی مشقت سے سانس لیا اور فرمایا: ”مجھ سے فلاں آدمی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ.»

”تم میں کوئی اس وقت تک نماز میں رہتا ہے جب تک وہ اپنی جائے

نماز پر نماز کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔“¹³

اور میں چاہتا ہوں کہ میری روح اسی طرح قبض کی جائے۔¹⁴

امر واقع بھی یہی ہے کہ جو نماز کی پابندی کرتا رہا ہو اور اپنے مولا و آقا کی اطاعت پر صبر کا دامن تھامے رکھے، ایسے شخص کا خاتمہ اللہ کی رضا کے مطابق ہی ہوتا ہے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انتہائی نیک و فرمانبردار اور عبادت گزار تھے۔ انھیں رات نے سحری تک رونے والا پایا اور دن نے بھی استغفار کرنے والا پایا۔ جنگ خندق میں انھیں (اکھل رگ میں) زخم آیا جس کی بنا پر وہ کئی روز بیمار رہے۔ (پھر بنو قریظہ سے جنگ کے بعد ان کا زخم پھوٹ پڑا) اور ان کی موت کا وقت قریب آ گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا: ”سعد کے پاس جلدی پہنچو۔“ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے تو ہم بھی آپ کے ساتھ چل دیے۔ آپ بہت تیز چل رہے تھے۔ ہمارے جوتوں کے تسمے ٹوٹ ٹوٹ جاتے اور ہماری (چادریں) گری پڑتی تھیں۔ صحابہ کرام کو بہت

تعجب ہوا کہ آپ اس قدر تیز کیوں چل رہے ہیں۔ آپ نے وضاحت فرمائی:

«إِنِّي أَخَافُ أَنْ تَسْبِقَنَا إِلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ فَتَغْسِلَهُ كَمَا غَسَلْتَ حَنْظَلَةَ.»

”مجھے ڈر ہے کہ میں فرشتے سعد کے پاس ہم سے پہلے نہ پہنچ جائیں اور اسے غسل دے دیں جیسے انھوں نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کو احد کے موقع پر غسل دیا تھا۔“¹⁵

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے تو وہ شہید ہو چکے تھے اور ان کے ساتھی غسل دے رہے تھے جبکہ ان کی والدہ بیٹے کی جدائی پر آنسو بہا رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ بَاكِیَّةٍ تَكْذِبُ إِلَّا أُمَّ سَعْدٍ.»

”ہر رونے والی کا رونا جھوٹا ہے سوائے سعد کی والدہ کے۔“

ٹھنڈے پڑ جائیں گے تو انھیں دوبارہ گرم کیا جائے گا۔ یہ اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں میں فیصلہ کر دیا جائے گا، پھر وہ آدمی اپنا راستہ دیکھ لے گا، وہ جنت کا راستہ دیکھے گا یا جہنم کا۔¹⁸

صحیح بخاری میں روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جسے اللہ مال عطا کرے، پھر وہ اس کی زکاۃ ادا نہ کرے، قیامت کے دن وہ مال اس کے لیے گنجا سانپ بن جائے گا جس کی دونوں آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ قیامت کے دن وہ سانپ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا، پھر اس کے دونوں جبرے پکڑ لے گا اور کہنے لگا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَتَاهُمُ
اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ
شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخَلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
وَاللَّهُ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

”وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے

پھر صحابہ سعد رضی اللہ عنہم کا جنازہ اٹھا کر قبرستان لے گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی جنازے میں شریک ہوئے۔ لوگوں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! سعد کی میت سے ہلکی آج تک ہم نے کوئی میت نہیں اٹھائی۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنازہ ہلکا کیوں نہ ہو! یہاں تو ستر ہزار فرشتے اترے ہوئے ہیں جو آج سے پہلے کبھی نہیں اترے تھے۔ انھوں نے تمہارے ساتھ جنازے کو اٹھایا ہوا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! فرشتوں نے ایک دوسرے کو سعد کی روح کی مبارکیں پیش کی ہیں اور اللہ کا عرش حرکت میں آ گیا تھا۔¹⁶ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا
خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حَوْلًا﴾

”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، ان کے لیے جنت الفردوس کی مہمانی ہے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ اس سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔“¹⁷

دوسرا بڑا گناہ زکاۃ نہ دینا ہے۔ زکاۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

”جو بھی چاندی یا سونے والا اس کا حق ادا نہیں کرتا، جب قیامت کا دن ہوگا اس کے لیے آگ کے بڑے بڑے تختے بچھائے جائیں گے، پھر انھیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان کے ساتھ اس کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب وہ تختے

بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خوب آگاہ ہے۔“¹⁹

اختتام

پیارے بھائی اور پیاری بہن!

اللہ کا فرمان ہے:

﴿يَقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ
مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

”اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلائے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لے آؤ، وہ تمہیں تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔“²⁰

اللہ کی قسم! میں آپ لوگوں کا خیر خواہ ہوں اور سچی بات کرتا ہوں۔ آپ لوگوں کے سامنے حق واضح ہو چکا ہے اور آپ نے پہچان لیا ہے کہ اللہ کا دین ایک ہے متعدد نہیں۔ وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔ وہ حی و قیوم ہے۔ زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے، اکیلا ہے، بے نیاز ہے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے، یہ بات اسے بالکل پسند نہیں۔

دین کے معاملے پر غور کریں اور ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو کہتے ہیں:

﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ﴾

”بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے (دین اور طریقے) پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلے آتے ہیں۔“²¹

بلکہ آپ یوں کہیں: ہم موحد اطاعت گزار اور دین حق کی پیروی کرنے والے ہیں۔

قبروں پر آج جو کثرت سے جانور ذبح ہو رہے ہیں، اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے اور نہ یہ بات دھوکے میں مبتلا کرے کہ آج کل تو بہت لوگ اللہ کے ساتھ شرک کر رہے ہیں تو کیا یہ سب غلط ہیں۔ قبروں کے پاس جا کر ہرگز کسی قسم کا شرک نہ کیا جائے۔

اسی طرح لوگوں نے قبروں کے متعلق جو جھوٹے افسانے اور قصے گھڑ رکھے ہیں کہ فلاں مصیبتیں دور کرتا ہے اور فلاں دعاؤں کو قبول کرتا ہے تو یہ چیز بھی



تمہیں شرک پر نہ ابھارے۔ نبی ﷺ کے چچا جناب ابو طالب کو دیکھو۔ وہ نبی ﷺ کی تصدیق کرتے تھے کہ آپ سچے نبی ہیں، آپ کا دین اسلام برحق ہے اور بتوں کی پوجا بھی چھوڑ دی تھی حتیٰ کہ یہ شعر اکثر پڑھتے رہتے تھے:

وَاللّٰهُ! لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ
حَتّٰى اَوْسَدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنَا
وَدَعَوْتَنِي وَعَلِمْتُ اَنَّكَ نَاصِحِي
فَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ فَيْنَا اَمِيْنَا
وَعَرَضْتَ دِيْنَا قَدْ عَرَفْتُ بِاَنَّهُ
مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنَا
لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْ حَذَارُ مُسَبَّةِ
لَوْجَدْتَنِي سَمَحًا بِذَاكَ مُبِيْنَا

”بھتیجے! یہ لوگ تجھ تک برے ارادے سے نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ مجھے مٹی میں دفن کر دیا جائے۔ تو نے مجھے اپنے دین کی دعوت پہنچائی ہے اور مجھے یقینی علم ہے تو میرا خیر خواہ ہے اور یقیناً تو نے سچی بات کی ہے اور تو ہم میں امین کے نام سے معروف ہے۔ تو نے دین پیش کر دیا ہے اور میں نے پہچان لیا ہے کہ بے شک تیرا دین تمام ادیان سے بہتر ہے۔ اگر قوم اور قبیلے کی طرف سے ملامت اور عار دلانے کا ڈرنہ ہوتا تو تو مجھے اس دین کے ساتھ کھلے دل سے علانیہ وابستگی اختیار کرتے ہوئے پاتا۔“²²

اس کے باوجود وہ قریشی سرداروں کی مخالفت کے خوف کی بنا پر دین حق کے پیروکار نہ بن سکے۔

بلکہ ان کی حالت پر غور کریں کہ بستر مرگ پر پڑے ہیں اور موت کا وقت قریب ہے۔ رسول اللہ ﷺ غم کی بنا پر اپنے چچا کے پاس کھڑے آنسو بہا رہے ہیں اور ان سے فرما رہے ہیں: چچا جان! لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دو۔“ تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔ اس وقت ابو طالب کے سرہانے کفار قریش بھی موجود تھے۔ ابو طالب جب بھی کلمہ شہادت کہنے کا ارادہ کرتے تو کفار کہہ اٹھتے: ”کیا تو عبدالمطلب کے دین سے منہ موڑ رہا ہے؟“ نبی ﷺ اس سے شہادتین کا مطالبہ کرتے رہے مگر کفار اسے باپ دادا کے دین پر قائم رہنے کی ترغیب دیتے رہے حتیٰ کہ وہ اپنے باپ دادا کے دین، بتوں کی پرستش اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی حالت میں فوت ہو گئے۔²³ مرنے کے بعد اس دنیا سے ابدی ٹھکانے جہنم کی طرف کوچ کر گئے جبکہ جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ جنت اللہ نے کافروں پر حرام کر دی ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں روایت ہے کہ



ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے: ”(اباجان!) میں نے دنیا میں آپ سے کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کریں۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ ان سے کہے گا: ”آج میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔“ پھر ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے کہیں گے: ”اے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ آج میرے باپ کی اس حالت سے بڑھ کر میری کیا رسوائی ہو سکتی ہے؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”بے شک میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔“²⁵

قارئین کرام! ان باتوں اور سابقہ تمام باتوں پر متنبہ رہنا چاہیے اور جو نصیحت کی باتیں ہیں، ان سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ملحوظ خاطر رہنا چاہیے:

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۖ وَصَحْبَتِهِ وَبَنِيهِ ۖ لِكُلِّ امْرِيٍّ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۖ﴾

”اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایسی



رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: ”اے اللہ کے رسول! آپ کا چچا آپ کی حفاظت، دیکھ بھال اور مدد کرتا رہا ہے، کیا آپ کی وجہ سے اسے کچھ فائدہ ہوگا؟“ آپ ﷺ نے فرمایا:

”ہاں! میں نے انھیں آگ کے شدید شعلوں میں پایا تو ان کو وہاں سے نکال کر لے آیا، ان کے پاؤں کے نیچے آگ کے دو انگارے ہوں گے جن سے ان کا دماغ کھول رہا ہوگا۔“²⁴

ایسے ہی بت شکن، بیت اللہ الحرام کے معمار ابراہیم علیہ السلام کی زندگی پر غور کرو۔ انھیں ان کے آقا و مولیٰ کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔ اللہ کی راہ میں تکلیفیں دی گئیں۔ لیکن اس کے باوجود قیامت کے دن اپنے باپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے کیونکہ ان کا باپ اللہ کے ساتھ شرک کی حالت میں فوت ہوا تھا۔ صحیح بخاری میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يُلْقَىٰ إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَعَلَىٰ وَجْهِهِ آزَرَ قَتْرَةٌ وَغَبْرَةٌ.»

”ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے قیامت کے دن ملیں گے تو آزر کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہوگا۔“

حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا کر دے گی۔“²⁶
نیز فرمان باری ہے:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۚ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

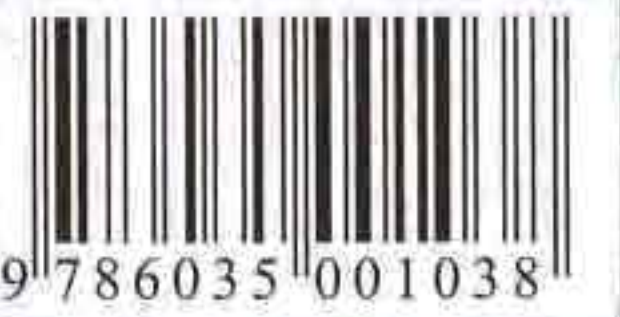
”اس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے مگر (فائدہ اسے پہنچے گا)
جو اللہ کے پاس سلامتی (اور فرماں برداری) والا دل لے کر آیا۔“²⁷

اے میرے مسلمان بھائی! حق کی طرف رجوع کرنے والا، دوسروں کو
نصیحت کرنے والا اور ہر دم توحید کی دعوت دینے والا بن جا۔ میں تمام مسلمانوں
کے لیے اللہ سے ہدایت اور بھلائی کا طلب گار ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر
سلامتی اور برکتیں نازل فرمائے۔

1 صحیح البخاری، حدیث: 2009، و صحیح مسلم، حدیث: 759. 2 صحیح البخاری، حدیث: 2014، و صحیح مسلم، حدیث: 760. 3 البدع لابن وضاح، ص: 115، حدیث: 106. 4 محمد 9: 47. 5 التوبة 9: 66,65. 6 البقرة 2: 102. 7 المائة 5: 51. 8 آل عمران 3: 85. 9 السجدة 32: 22. 10 صحیح مسلم، حدیث: 82. 11 جامع الترمذی، حدیث: 2622، والمستدرک للحاکم: 7/1، حدیث: 12، واللفظ له. 12 سیر اعلام النبلاء: 5/220. 13 صحیح مسلم، حدیث: 649، بعد الحدیث: 661. 14 تاریخ بغداد: 9/431، والطبقات الکبریٰ لابن سعد: 6/174. 15 معرفة الصحابة لأبی نعیم: 24/217. 16 شرح مشکل الآثار: 10/370,369، حدیث: 4174، وجامع الترمذی، حدیث: 3848. 17 الکھف 18: 107,108. 18 صحیح مسلم، حدیث: 987. 19 صحیح البخاری، حدیث: 1403. 20 الأحقاف 46: 31. 21 الزخرف 43: 23. 22 دلائل النبوة للبيهقي: 2/341، والبداية والنهاية: 3/49. 23 صحیح البخاری، حدیث: 1360، و صحیح مسلم، حدیث: 24. 24 صحیح البخاری، حدیث: 3885,3883. و صحیح مسلم، حدیث: 210,209. 25 صحیح البخاری، حدیث: 3350. 26 عبس 37-34: 80. 27 الشعراء 26: 89,88.

غلام اپنے آقا کو آقا تسلیم کرنے سے انکار
کردے تو نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ شرک کی حقیقت
بھی یہی ہے۔ ایک غیور آدمی یہ گوارا نہیں کر
سکتا کہ خالق کو چھوڑ کر اپنے جیسی مخلوق کے
آگے سر جھکائے۔

شرک کا نتیجہ تباہ کاری کے سوا کچھ نہیں۔
سفینہ نجات میں یہی باور کرانے کی کوشش کی
گئی ہے۔



9 786035 001038